بسم اللہ الرحمٰن ا لرحیم　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم　　و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کیساتھ

ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈ نٹس ایسو سی ایشن جرمنی

المنار

اکتوبر نومبر دسمبر ۲۰۱۳

نگران۔ پروفیسر چوہدری حمید احمد۔ صدر تعلیم لاسلام کالج اولڈ سٹوڈ نٹس ایسو سی ایشن۔ جرمنی

ایڈیٹرز: چوہدری انیس احمد۔ چوہدری کولمبس خاں

مینیجر۔ چوہدری نصیر احمد

ترتیب وڈیزائن۔ محمد ظہیر احمد۔Software Engineer

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	احکام خداوندی۔حدیث نبوی۔	۱
۲	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی	۲
۳	حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ جمعہ کا خلاصہ	۳
۴	پیش لفظ ۔صدر ایسو سی ایشن و نگران المنار	۴
۵	حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطوط	۵
۶	قرار دادِ تعزیّت بر وفات محترمہ صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ	۷
۷	قرار دادِ تعزیّت بر وفات محترمہ صاحبزادی امۃ المتین بیگم صاحبہ	۸
۸	نظم: چوہدری محمد شریف خالد۔ڈیٹسن باخ	۹
۹	نظم: پروفیسر نصیر احمد خاں مرحوم	۱۰
۱۰	اور پھر فوج آگئی۔میجر ریٹائرڈ عبدالوحید ظفر رانا	۱۱
۱۱	تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس کینیڈا کی تقریب	۱۹
۱۲	قضیہ سلام کرنے نہ کرنے کا: ڈاکٹر محمد ظفر اللہ	۲۴
۱۳	ہمبرگ میں تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کا آغاز	۲۷
۱۴	جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر اجلاس	۲۹
۱۵	پروفیسر چوہدری صادق علی صاحب مرحوم: پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف خان	۳۱
۱۶	جلسہ سالانہ انگلستان پر اجلاس	۳۳
۱۷	ایک بے مثال شخصیت کا ذکر خیر: پروفیسر حمید احمد چوہدری	۳۶
۱۸	پروفیسر چوہدری محمد شریف خالد صاحب ایڈووکیٹ مرحوم: چوہدری کولمبس خاں	۴۵
۱۹	نظم: محمد اسحاق اَطہرؔ	۴۸
۲۰	معاونین خاص سکالرشپ فنڈ 2013	۴۹
	انگریزی / جرمن سیکشن	

ارشاد باری تعالیٰ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا
اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ
لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ
يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْــــًٔا ۭ وَمَنْ
كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۵۶

سورۃالنور آیت ۵۶

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اُس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

عن ابی هر يرة رضی الله عنہ ان ا لنبی صلی ا لله علیہ و سلم قال : اياكم و ا لحسد ، فان ا لحسد يا كل ا لحسنات كما تا كل ا لنار الحطب او قال ا لعشب

حضر ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح بھسم کر دیتی ہے جس طرح آگ ایندھن اور گھاس کو بھسم کر دیتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی کے ایمان افروز واقعات

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے۔ تحریر فرماتے ہیں

ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ لنگر کا انتظام حضرت مسیح موعودؑ کے ابتدائی ایام میں گھر میں ہی تھا۔ گھر میں دال سالن پکتا اور لوہے کے ایک بڑے توے پر جسے "لوہ" کہتے ہیں روٹی پکائی جاتی۔ پھر باہر مہمانوں کو بھیج دی جاتی۔ اس لوہ پر ایک وقت میں دو تین نوکرانیاں بیٹھ کر بہت سی روٹیاں یکدم پکالیا کرتی تھیں۔ اس کے بعد جب باہر انتظام ہوا تو پہلے اس مکان میں لنگر خانہ منتقل ہوا جہاں اب نواب صاحب کا شہر والا مکان کھڑا ہے۔ پھر باہر مہمان خانہ میں چلا گیا۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں

ایک شب کا ذکر ہے کہ کچھ مہمان آئے جن کے واسطے جگہ کے انتظام کے لئے حضرت ام المومنینؓ حیران ہو رہی تھیں کہ سارا مکان تو پہلے ہی کشتی کی طرح پر ہے۔ اب ان کو کہاں ٹھیرایا جائے۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اکرام ضیف کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بیوی صاحبہ کو پرندوں کا ایک قصہ سنایا۔ چونکہ میں بالکل ملحقہ کمرے میں تھا۔ اور کواڑوں کی ساخت پرانے طرز کی تھی جن کے اندر سے آواز بآسانی دوسری طرف پہنچتی رہتی ہے۔ اس واسطے میں نے اس سارے قصہ کو سنا۔

فرمایا، دیکھو ایک دفعہ جنگل میں ایک مسافر کو شام ہوگئی۔ رات اندھیری تھی۔ قریب کوئی بستی اسے دکھائی نہ دی اور وہ ناچار ایک درخت کے نیچے رات گزارنے کے واسطے بیٹھ رہا۔ اس درخت کے اوپر ایک پرندے کا آشیانہ تھا۔ پرندہ اپنی مادہ کے ساتھ باتیں کرنے لگا کہ دیکھو یہ مسافر جو ہمارے آشیانہ کے نیچے زمین پر آبیٹھا ہے یہ آج رات ہمارا مہمان ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اس کی مہمان نوازی کریں۔ مادہ نے اس کے ساتھ اتفاق کیا اور ہر دو نے مشورہ کرکے یہ قرار دیا کہ ٹھنڈی رات ہے اور اس ہمارے مہمان کو آگ تاپنے کی ضرورت ہے۔ اور تو کچھ ہمارے پاس نہیں۔ ہم اپنا آشیانہ ہی توڑ کر نیچے پھینک دیں تاکہ وہ ان لکڑیوں کو جلا کر آگ تاپ لے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور سارا آشیانہ تنکا تنکا کرکے نیچے پھینک دیا۔ اس کو مسافر نے غنیمت جانا اور ان سب لکڑیوں کو تنکوں کو جمع کرکے آگ جلائی اور تاپنے لگا۔ تب درخت پر اس پرندوں کے جوڑے نے پھر مشورہ کیا کہ آگ ہم نے اپنے مہمان کو بہم پہنچائی اور اس کے واسطے سینکنے کا سامان مہیا کیا۔ اب ہمیں چاہئے کہ اسے کچھ کھانے کو بھی دیں۔ اور تو ہمارے پاس کچھ نہیں۔ ہم خود ہی اس آگ میں جا گریں اور مسافر ہمیں بھون کر ہمارا گوشت کھالے۔ چنانچہ ان پرندوں نے ایسا ہی کیا اور مہمان نوازی کا حق ادا کیا"۔

ماخوذ از الاسلام لائبریری

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے ایک خطبہ جمعہ کا خلاصہ

فرمایا: ہم جو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں آنے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہم کس حد تک حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کو پورا کر رہے ہیں، آپؑ نے اعلان فرمایا کہ میں اپنے ایمانوں کو قوی کرنے آیا ہوں، ان میں مضبوطی پیدا کرنے آیا ہوں، ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہمارے ایمان مضبوطی کی طرف بڑھ رہے ہیں، فرمایا کہ ایمان مضبوط ہوتا ہے خدا تعالیٰ کے وجود کے ثابت ہونے سے، اللہ تعالیٰ پر کامل یقین سے، آپؑ نے فرمایا وہ یقین جو خدا تعالیٰ پر ہونا چاہئے وہ ثانوی حیثیت اختیار کر گیا ہے اور دنیا والے اور دنیا کی چیزیں زیادہ حیثیت اختیار کر گئی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ہمارے سامنے دس شرائط بیعت رکھی ہیں کہ اگر تم میری جماعت میں شامل ہونے والے کہلانا چاہتے ہو حقیقی طور پر تو مجھ سے پختہ تعلق رکھنا ہوگا اور یہ اس وقت ہوگا جب ان شرائط بیعت پر پورا اترو گے، ان کی جگالی کرتے رہو تاکہ تمہارے ایمان بھی قوی ہوں اور تمہاری اخلاقی حالتیں بھی ترقی کی طرف قدم بڑھانے والی ہوں، حضرت مسیح موعودؑ نے بڑی شدت اور درد سے نصیحت فرمائی ہے کہ تم جو میری طرف منسوب ہوتے ہو، میری بیعت میں آنے کا اعلان کرتے ہو، اگر احمدی کہلانے کے بعد تم میں کوئی نمایاں تبدیلی پیدا نہیں ہوتی تو تم میں اور غیر میں کوئی فرق نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ اطاعت کے معیار حاصل کرو، اطاعت یہ نہیں کہ خلیفہ وقت کے یا نظام جماعت کے فیصلے اپنی مرضی کے ہوئے وہ دلی خوشی سے قبول کر لئے اور جو اپنی مرضی کے نہ ہوئے اس میں کئی قسم کی تاویلیں پیش کرنی شروع کر دیں، اس میں اعتراض کرنے شروع کر دیئے، آپؑ نے فرمایا یہ بیعت کا دعویٰ اگر ہے تو پھر اطاعت بھی کامل ہونی چاہئے، پس یہ بیعت کا دعویٰ، اعتقاد کا دعویٰ، مریدی کا دعویٰ یا مسلمان ہونے کا دعویٰ تبھی حقیقی دعویٰ ہے جب یہ اعلان ہو کہ آج بیعت کرنے کے بعد میرا سب کچھ نہیں رہا بلکہ سب کچھ خدا تعالیٰ کا ہے اور اس کے دین کیلئے ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: بیعت کرنے سے مطلب بیعت کی حقیقت سے آگاہ ہونا ہے، ایک شخص نے روبرو ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت کی، اصل غرض غایت کو نہ سمجھا یا پرواہ نہ کی تو اس کی بیعت بے فائدہ ہے اور اسکی خدا کے سامنے کچھ حقیقت نہیں، اور دوسرا شخص ہزاروں کوس بیٹھا بیعت کی غرض غایت کو سمجھ کر صدق دل سے بیعت کرتا ہے اور پھر اس اقرار پر کاربند ہو کر اپنی عملی اصلاح کرتا ہے، وہ اس روبرو بیعت کرنے والے پر بیعت کی حقیقت پر نہ چلنے والے سے ہزار درجے بہتر ہے۔

★★★★★

پیش لفظ

الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر آپ کا رسالہ المنار آپکی خدمت میں پیش کرنے کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس میں بھی حسب معمول آپ کو بہت سی خامیاں نظر آئیں گی جن کے لئے خاکسار تنہا ذمہ دار ہے اور پیشگی معذرت خواہ ہے۔ دراصل تو رسالہ کی ترتیب و تدوین کے لئے جو ضروری کوالیفیکیشن درکار ہوتی ہے وہ خاکسار میں ہے ہی نہیں۔ مگر چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے خواہش ظاہر فرمائی تھی کہ ہمیں بھی المنار کا اجراء کرنا چاہئے اس لئے یہ کام تو بہر حال کرنا تھا اور یہ خلیفہ وقت کی دعا ہی ہے جس کی بدولت میرے جیسا نااہل بھی رسالہ کو جاری کرنے اور رکھنے کے قابل ہو رہا ہے۔ جرمنی میں مقیم تعلیم الاسلام کالج کے سابق طلباء اس لحاظ سے تو میرے شکریہ کے مستحق ہیں کہ وہ خاکسار کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرنے پر آمادگی کا اظہار کرتے رہتے ہیں مگر یہاں بہت کم دوست ہیں جن کو تحریر کا شوق یا تجربہ ہے۔ اور جن کو ہے ان کی مصروفیات اس قدر ہیں کہ ان کے لئے وقت نکالنا مشکل ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کمپیوٹر کی بھی کچھ نہ کچھ سوجھ بوجھ درکار ہے۔ مجھے جرمنی میں مقیم اپنے بہت سے دوستوں دے یہ شکایت ہے کہ ان کو سیکھنے کا شوق اس قدر نہیں جس قدر یہاں درکار ہے۔ میں سلام پیش کرتا ہوں اپنے انگلستان کے دوستوں کو جو باقاعدگ سے ہر ماہ المنار کا ایک خوبصورت اور پرکشش مجلہ نکالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بے بہا اجر دے۔ میرے لئے یہ بات اطمینان کا موجب ہے کہ برادرم مکرم عرفان احمد خان صاحب نے میری درخواست قبول کرتے ہوئے المنار کی ذمہ داری اگلے شمارہ سے اپنے ذمہ لینے کا وعدہ کیا ہے جس کے لئے میں ان کا بے حد ممنون ہوں۔ مکرم عرفان خان صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی ذہنی، علمی اور انتظامی قابلیتوں سے نوازا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ المنار کو بہت بہتر طریق سے چلا سکیں گے۔ وہ اپنی صحافتی ذمہ داریوں میں بے حد مصروف رہتے ہیں

اور بھی بڑی خدمات بجا لا رہے ہیں۔ میری دوستوں سے گزارش ہے کہ ان کے ساتھ ہر ممکن تعاون کریں تا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی

خواہش کے مطابق تعلیم الاسلام کالج کی یہ یادگار قائم رہے۔ حضور کی ہدایت یہ بھی ہے کہ اس میں جرمن کا حصہ بھی شامل کیا جائے خواہ ایک صفحہ ہی ہو۔ اس کے لئے ہمیں اپنے بچوں کو ساتھ ملا کر ان کا تعاون بھی حاصل کرنا ہو گا۔ میرا اب تک کا تجربہ یہ ہے کہ ہماری بیٹیاں اس میدان میں زیادہ تعاون کرتی ہیں۔ ان کو بھی محبت سے ساتھ شامل رکھنا چاہئے۔

خاکسار حمید احمد چوہدری۔ صدر ایسوسی ایشن

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطوط

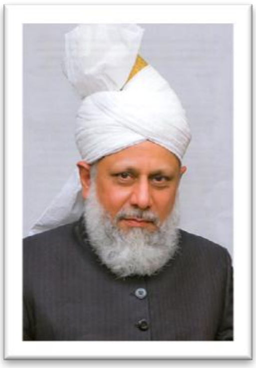

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَ عَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّـاصر

امام جماعت احمدیہ

لندن

9-8-13

مکرم صدر صاحب ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا جس میں آپ نے ایوسی ایشن کی طرف سے مرکزی سکالرشپ فنڈ میں ساتھ لاکھ روپے بھجوانے کی اطلاع دی ہے۔ اللہ تعالیٰ قربانی کرنے والے سب ممبران کو بہترین جزاء دے اوران کے اموال ونفوس میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

آپ کو اور جملہ تمام ممبران کو میری طرف سے دلی عید مبارک۔ اللہ آپ سب کے ساتھ ہو۔ آمین

والسلام

خاکسار

خلیفۃ المسیح الخامس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظارت علیاء

صدر انجمن احمدیہ پاکستان

Ph. (047) 6212450

نمبر 2719

تاریخ 29 AUG 2013

سیدی ایدکم اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سیدی!

جرمنی سے مکرم حمید احمد چوہدری صاحب صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن نے ایسوسی ایشن کی جانب -/7,00,000 روپے امداد طلباء کی مد میں بھجوائے ہیں۔ اور اس طرح وعدہ کے مطابق گزشتہ سال سے زائد ادائیگی کی توفیق پائی ہے الحمدللہ علی ذالک۔

حضور کی خدمت میں دعاء کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کی مالی قربانی قبول فرمائے اور مال و دولت۔ عمر اور عزت میں برکت ڈالے۔ آمین

والسلام

خاکسار

حضور کا ادنیٰ ترین خادم

29-8-13

T. I. College Old Students Association e.V.

بِسمِ اللہ الرّحمٰنِ الرّحیم　　نَحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہِ الکریم　　وَعلیٰ عبدہِ المسیح الموعودؑ

قرار دادِ تعزیّت بر وفات محترمہ صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ

ہم ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حضرت سیّدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ کی صاحبزادی محترمہ امۃ الرشید بیگم صاحبہ اہلیہ محترم میاں عبد الرحیم احمد صاحب مرحوم کی رحلت پر اپنے دِلی رنج اور دُکھ کا اظہار کرتے ہیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن

حضرت امیر المومنین ایدّہُ اللہ تعالیٰ بِنصرہِ العزیز نے جس محبت سے جماعت کی اس برگزیدہ خاتون کا جو رشتہ میں حضور کی خالہ بھی تھیں ذکر فرمایا اس سے مرحومہ کے اوصاف حمیدہ کا ہر احمدی کو تعارف حاصل ہوا ہے۔ مجلس ناصرات الاحمدیہ کے قیام میں آپ کا کردار ایسی دائمی نیکی ہے جس سے جماعت کی آئندہ نسلیں فیضیاب ہوتی رہیں گی۔ انشاء اللہ۔ آپ کا علمی ذوق اور عملی نمونہ احمدی خواتین وحضرات دونوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔

ہم حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں اس جماعتی صدمہ پر دِلی تعزیّت کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ صاحبزادی مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب کو مرحومہ کے اوصاف کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا ہم خلافت احمدیہ کے وفا شعار خادم بن کر جماعت کی خدمت کرنے والے ہوں۔

اِسی طرح ہم اپنے دوست صاحبزادہ ڈاکٹر ظہیر الدین منصور احمد صاحب، اور مرحومہ کی صاحبزادیوں کی خدمت میں بھی اپنے تعزیت کے جذبات کا اظہار کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اپنی بزرگ والدہ کی دعاؤں کا وارث بنائے۔

ہم ہیں حضور کے خدام ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی
بذریعہ خاکسار پروفیسر حمید احمد چوہدری
صدر۔ تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

بسمِ اللہ الرّحمٰنِ الرَّحیم　　　　نَحمدہٗ وَنصلی علیٰ رسولہِ الکریم　　　　وَعلیٰ عبدہِ المسیح الموعودؑ

قرار دادِ تعزیّت بر موقع وفات محترمہ صاحبزادی امۃ المتین بیگم صاحبہ

ہم ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ جن کو جماعت میں چھوٹی آپا کے نام سے یاد کیا جاتا تھا کی صاحبزادی اور حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ تعالیٰ کی بہو۔ محترمہ امۃ المتین بیگم صاحبہ اہلیہ محترم سید میر محمود احمد ناصر کی رحلت پر اپنے دِلی رنج اور دُکھ کا اظہار کرتے ہیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

سیدہ مرحومہ، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی اور حضرت ڈاکٹر سید میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ کی نواسی تھیں، نے حضرت مصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ اور اپنی والدہ حضرت چھوٹی آپا کی زیر نگرانی لجنہ کی تعلیم و تربیت میں ناقابل فراموش خدمات سرانجام دیں اور اپنے شوہر نامدار محترم سید میر محمود احمد ناصر، جو بطور واقف زندگی درویشانہ زندگی گزارتے ہوئے، شب و روز خدمت دین لگے ہوئے ہیں، کے ہر کام میں خواہ وہ دعوت الی اللہ کا ہو خواہ انتظامی امور، ان کی ممد و معاون رہیں۔ لجنہ اماء اللہ میں آپ سیکریٹری ضیافت رہیں اور تعلیم و تربیت کی ذمہ داری بھی ادا کی۔ سیدہ مرحومہ نے اپنی بزرگ والدہ کے ساتھ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کی آخری بیماری میں بڑی خدمت کی توفیق پائی۔ آپ کا علمی ذوق اور عملی نمونہ احمدی خواتین و حضرات دونوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔

ہم ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن، حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں اس جماعتی صدمہ پر دِلی تعزیّت کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ صاحبزادی مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب کو مرحومہ کے اوصاف کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا ہم خلافت احمدیہ کے وفاشعار خادم بن کر جماعت کی خدمت کرنے والے ہوں۔

اِسی طرح ہم سید میر محمود احمد صاحب ناصر اور سیدہ مرحومہ کی صاحبزادی سیدہ عائشہ نصرت جہاں صاحبہ بیگم صاحبزادہ مرزا فخر احمد صاحب، اور صاحبزادگان سید شعیب احمد صاحب، سید ڈاکٹر ابرہیم منیب احمد صاحب، سید محمد احمد صاحب اور ڈاکٹر سید غلام احمد فرخ کی خدمت میں بھی اپنے تعزیت کے جذبات کا اظہار کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ سیدہ مرحومہ کو اپنی جوار رحمت اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

ہم ہیں حضور کے خدام ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

بذریعہ خاکسار پروفیسر حمید احمد چوہدری

صدر۔ تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

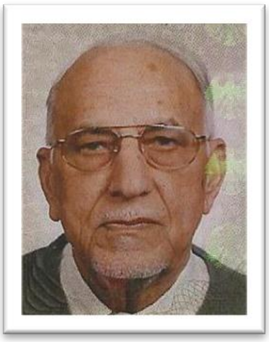

یادیں

چوہدری محمد شریف خالد

یادیں ہیں در حقیقت گذرا ہوا زمانہ
قوموں کی زندگی میں اقدار کا خزانہ

میرے دیس میں رواں تھے کتنے حسین دریا
اور برلبِ چناں تھا میرا ابھی آستانہ

اپنے سکول کالج اپنی زمیں ہماری
وہ شہر در حقیقت علموں کا تھا خزانہ

اُستاد تھے ہمارے سب فیض دینے والے
تھیں درسگاہیں اپنی جیسے حسیں گھرانہ

آپس میں مل کے رہنا آپس میں مل کے جینا
ہر ایک کا تھا جیسے بےلوث دوستانہ

ہر فرد خوش نوا تھا ہر بات جانفزا تھی
اک دوسرے کی سب سے پھر طرزِ عاشقانہ

یہ عشق تھا جنوں تھا یا دعا کسی گدا کی
سب کو سلام کہنا سب کو دُعا سکھانا

پھر کھیل کود بھی تھا جیون کا اک سہارا
منزل نہیں تھی لیکن پرواز کا بہانہ

چڑھنا پہاڑیوں پر کھیتوں میں سیر کرنا
دریا پہ روز جا کر پھر تیرنا نہانا

پھر کیا ہوا یہ خالد کیسی چلی ہوائیں
قسمت میں پھر نہیں تھا اُس گھر کا آب ودانہ

قدرت کے کام وہ ہی قادر قدیر جانے
تھا امتحاں ہمارا یا اُس کا آزمانا

پھر چھا گیا اندھیرا جاتا رہا سویرا
پھر آ گیا کہیں سے ظلمت کا شاخسانہ

آنکھوں سے ہم نے دیکھا جلتی حویلیوں کو
اور دشمنوں کا اس پر پھر اور مسکرانا

ہم نے سُنی ہیں خود بھی بلبل کی وہ صدائیں
"یہ میرا آشیانہ یہ میرا آشیانہ"

کچھ آندھیوں سے سیکھا اپنے کو باندھ لینا
کچھ علم نے سکھائے طوفاں پہ پُل بنانا

پھلوں سے ہم نے سیکھیں کچھ عاجزانہ راہیں
کچھ بُوئے گُل سے سیکھا گُلشن میں پھیل جانا

کچھ دیں سے ہم نے سیکھیں صبر ووفا کی باتیں
ہجرت سے ہم نے سیکھا یثرب سے فیض پانا

ہم نے مگس سے سیکھا آپس میں مل کے رہنا
شاہیں سے ہم نے سیکھی پرواز طائرانہ

گلشن کو کر دیا پھر ہم نے ترے حوالے
خالی ہی ہاتھ لیکر ہم ہو پڑے روانہ

دیتے تھے رات دن جو کشکول کا ڈراوا
وہ ہاتھ اب کہاں ہیں تھے ہاتھ آمرانہ

اب جل رہے ہیں وہ بھی تھے ہم پہ مسکراتے ۔۔۔ قدرت کے کام جانے قدرت کا تازیانہ

"جو سمجھ سکو تو موتی نہ سمجھ سکو تو پانی" ۔۔۔ مرے آنسوؤں کی قیمت مری قوم کا فسانہ

ہو آنکھ دیکھنے کی تو آ کے اس کو دیکھے ۔۔۔ جو بانٹتے ہیں ہر سُو ہم پیار کا خزانہ

دنیا کے ساحلوں سے دنیا کے ساحلوں تک ۔۔۔ نفرت نہیں کسی سے گاتے ہیں یہ ترانہ

تری بندہ پروری ہے کہ رواں ہیں سُوئے منزل ۔۔۔ "اپنوں سے کچھ گِلہ ہے نہ شکایتِ زمانہ"

★★★★★

ماضی سے ایک ورق

غزل

پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان مرحوم

کھڑے ہیں بت بنے سارے نگر کو دیکھتے ہیں ۔۔۔ دل و نظر ترے دیوار و در کو دیکھتے ہیں

مری تو آنکھ کے تاروں پہ ٹک گئی ہے نظر ۔۔۔ یہ لوگ کس لئے شمس و قمر کو دیکھتے ہیں

تمہارے دل میں بھی جل اٹھے یاد کی مشعل ۔۔۔ ہم آہ کرتے ہیں اس کے اثر کو دیکھتے ہیں

جواب لایا ہے کیا دل کی التجاؤں کا ۔۔۔ جگر کو تھام کے ہم نامہ بر کو دیکھتے ہیں

کبھی ادھر کو کبھی اس طرف نظر ڈالی ۔۔۔ وہ کس ادا سے مری چشمِ تر کو دیکھتے ہیں

کوئی تو دیکھے زخمِ دل و جگر اپنا ۔۔۔ ہم اس امید سے ہر دیدہ ور کو دیکھتے ہیں

نظر میں کوئی بھی پردہ نہیں رہا حائل ۔۔۔ تمہیں کو دیکھتے ہیں ہم جدھر کو دیکھتے ہیں

ہمیں خبر ہے فسانہ ہے کیا حقیقت ہے کیا ۔۔۔ فقط ہم آپ کی حدِ نظر کو دیکھتے ہیں

پھڑک رہا ہے ادھر دل تو اس طرف معدہ ۔۔۔ یہ دیکھنا ہے کہ اب وہ کدھر کو دیکھتے ہیں

نصیر داد یونہی شعر کی نہیں ملتی ۔۔۔ زباں کو دیکھتے ہیں سب ہنر کو دیکھتے ہیں

(ماخوذ از المنار جنوری، فروری، مارچ ۱۹۶۸)

★★★★★

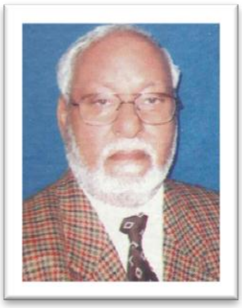

اور فوج پھر آگئی

میجر ریٹائرڈ رانا عبد الوحید ظفر

((تعارف: برادرم محترم میجر ریٹائرڈ عبد الوحید ظفر رانا جرمنی میں مقیم senior most اولڈ سٹوڈنٹس میں سے ہیں۔ میجر صاحب نے اپنے ملٹری career میں پاکستان ملک اور ملٹری کے کئی نشیب و فراز مشاہدہ کئے اور بعض بڑی اہم شخصیات کو قریب سے دیکھا۔ انہوں نے اپنے یونٹ کے ساتھ ذوالفقار علی بھٹو کی قید میں ان کی نگرانی کا فرض ادا کیا اور شیخ مجیب الرحمان کی اسیری میں ان سے ڈیوٹی کے دوران تعارف حاصل کیا۔ درج ذیل اقتباس ان کی تصنیف " قصور وار کون" سے ان کی اجازت سے لیا گیا ہے۔ جن دوستوں کو ادب سے دلچسپی ہے ان کی یہ کتاب ان کے پڑھنے کے لائق ہے کیونکہ ادبی لحاظ سے یہ ایک شاہکار ہے۔ اور پاکستان کی تاریخ اور آرمی لائیف کے اندر جھانکنے کی ایک کھڑکی ہے۔ جب تک میں نے یہ کتاب نہیں پڑھی تھی اس وقت تک مجھے گمان نہیں تھا کہ ایک فوجی افسر ایک بڑا ادیب اور محقق بھی ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب ان کی ذاتی سوانح حیات بھی ہے جس میں انہوں نے اپنی زندگی میں آنے والی مشکلات اور challenges اس طرح بیان کئے ہیں کہ بہتوں کے لئے مشعل راہ بن سکیں)

۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو میں منگلا چھاؤنی میں تھا۔ گرمی اپنے زوروں پر تھی۔ دوپہر کے کھانے کے بعد ہم بچوں کو لے کر کمرے میں بند تھے۔ پانچ بجے شام کے قریب جب گرمی کا زور ذرا کم ہوا تو نہا دھو کر ٹیلی ویژن آن کیا اور شام کی چائے کا اِنتظار کرنے لگے۔ اِتنے میں چھ بجے کی خبریں شروع ہو گئیں۔ معمول کی خبروں کے بعد اچانک نیوز کاسٹر کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ کہہ رہا تھا: ”آج صبح مسلح افواج نے ملک کا نظم وضبط سنبھال لیا ہے۔ فوجی ترجمان کے مطابق پی پی پی کے چند لیڈروں بشمول وزیرِ اعظم اور پی این اے کے رہنماؤں کو حفاظتی حراست میں لے لیا گیا ہے۔ چیف مارشل لائ ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق اِس بارے میں آج شام سات بجے قوم سے خطاب کریں گے۔“

یہ خبر سن کر میں ہکا بکارہ گیا۔ ابھی کل ہی کی تو بات تھی۔ حکومت اور پی این اے کے ترجمانوں مولانا کوثر نیازی اور پروفیسر غفور احمد نے مشترکہ پریس کانفرنس میں اعلان کیا تھا کہ تمام متنازعہ امور پر اتفاقِ رائے ہو گیا ہے اور پی این اے کی طرف سے پیش کئے گئے ترمیم شدہ ڈرافٹ کی بنیاد پر ایک معاہدہ بھی تیار کیا جا چکا ہے جِس پر ایک دو دِن میں پی این اے کی سنٹرل کمیٹی سے

منظوری ملنے پر دستخط ہو جائیں گے۔ بہر حال ہم لوگ بڑی بیتابی سے جنرل ضیأ کے خطاب کا اِنتظار کرنے لگے۔ ٹھیک سات بجے جنرل محمد ضیاء الحق اپنے مخصوص بھڑکیلے فوجی لباس میں ٹیلیویژن کی سکرین پر نمودار ہوئے۔ سابقہ حکومتوں کی روایات کے برعکس قومی ترانے کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کی گئی۔ اِس کے بعد انہوں نے نحمدُہٗ و نصلی علیٰ رسولہِ الکریم بسم اللہ الرحمن الرحیم سے اپنے خطاب کا آغاز کیا۔ اُن کی تقریر کا لبِ لباب یہ تھا کہ سیاستدانوں کی آپس کی معرکہ آرائی نے ملک میں خانہ جنگی کے سے حالات پیدا کر دئے ہیں۔ ملک کی سلامتی کو خطرہ ہے۔ چنانچہ جو خلاء سیاسی لیڈروں نے پیدا کیا ہے اُس کو پُر کرنے کیلئے اُنہیں مجبوراً اِقتدار اپنے ہاتھوں میں لینا پڑا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اُن کے کوئی سیاسی عزائم نہیں۔ وہ اِسلام کے سپاہی ہیں۔ اُن کا واحد مقصد ملک میں آزادانہ اور منصفانہ اِنتخابات کرا کر تین ماہ کے اندر اندر اقتدار ملک کے منتخب نمائندوں کے حوالے کرنا ہے۔ اُنہوں نے قوم کو یقین دلایا کہ وہ اِس پروگرام سے انحراف نہیں کریں گے۔

چاہ کن را چاہ در پیش۔ جیسا کرنا ویسا بھرنا۔ مارچ ۱۹۶۹ء میں جس طرح ڈی اے سی کے ممبران نوابزادہ نصر اللہ خان، اصغر خان، مفتی محمود اور ولی خان وغیرہ اور فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے مابین گول میز کانفرنس کی کامیابی کو بھٹو نے سبوتاژ کرا کر ملک میں مارشل لائلگوا دیا تھا آج آٹھ سال بعد بعینہٖ اصغر خان اور بیگم نسیم ولی خان نے پی این اے کے ممبران نوابزادہ نصر اللہ خان، مفتی محمود اور پروفیسر غفور احمد اور بھٹو کے مابین سہالہ مذاکرات کی کامیابی کو سبوتاژ کرا کر ضیأ الحق کو مارشل لائلگانے کا جواز فراہم کر دیا تھا۔ خدا کے گھر میں دیر ہے اندھیر نہیں۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

اگلے دن جب میں پلٹن پہنچا تو ہمارا کیمپ سنسان پڑا تھا۔ صرف چند ایک لوگ حفاظتی ڈیوٹی کیلئے موجود تھے۔ میرے آنے کی اِطلاع پا کر صوبیدار میجر بھی آ گئے۔ اُنہوں نے بتایا کہ پلٹن تو مری میں مارشل لاڈیوٹی پر ہے۔ میں نے کہا کہ اگر مجھے منگلا فون کر دیا ہوتا تو میں ہاڑی گیل آنے کی بجائے مری میں پلٹن کے ساتھ شامل ہو جاتا۔ اِس پر اُنہوں نے مجھے بتایا کہ کرنل صاحب حکم دے گئے تھے کہ آپ جب واپس آئیں تو یہیں کیمپ میں ریئر پارٹی میں ٹھہریں۔

چند دِن بعد مجھے بھی مری جانا پڑا۔ وہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ مارشل لأ کے تحت گرفتار کردہ حکومت اور پی این اے کے رہنما جنہیں جنرل ضیأ کے بقول حفاظت میں لیا گیا تھا، ہماری پلٹن کی تحویل میں تھے۔ حکومتی پارٹی کے سرکردہ لیڈروں میں سے شیخ رشید، مولانا کوثر نیازی اور ٹکا خاں پنجاب ہاؤس مری میں تھے اور پی این اے کے نو میں سے چھ ستاروں یعنی مفتی محمود، پروفیسر غفور

احمد، مولانا شاہ احمد نورانی، ائرمارشل اصغر خان، شیر باز مزاری اور نوابزادہ نصراللہ خان کو سندھ ہاؤس میں رکھا گیا تھا۔ مسٹر بھٹو اور اُن کے ملٹری سیکریٹری کو پورے اعزاز کے ساتھ گورنمنٹ ہاؤس میں نظر بند کیا گیا تھا۔ پنجاب ہاؤس ایک چھوٹی سی ٹیکری پر واقع ہے۔ وہاں سے مری کی وادی کا وہ حصہ جہاں پر نشیب میں سندھ ہاؤس واقع ہے صاف دکھائی دیتا ہے۔ اِس طرح ہماری پلٹن اِن تین جگہوں پر حفاظتی ڈیوٹی پر بٹی ہوئی تھی۔ پہلے چند دِنوں تک کِسی ملاقاتی کو زیرِ حراست لیڈروں سے ملنے کی اجازت نہ تھی۔ بتدریج پابندیاں نرم ہوتی گئیں اور ملاقاتیوں کو مقررہ اوقات میں نظر بندوں سے ملنے کی اجازت مل گئی۔

چند دِن بعد حفیظ پیرزادہ، ممتاز بھٹو اور غلام مصطفیٰ کھر کو بھی ایبٹ آباد سے پنجاب ہاؤس مری میں منتقل کر دیا گیا۔ پیرزادہ صاحب جب ایبٹ آباد سے آئے تو بڑے غصے میں دکھائی دیتے تھے۔ اُن کی آنکھ پر ابھی تک نیل پڑا ہوا تھا۔ آتے ہی چیخ کر بولے: "کہاں ہیں وہ گیدڑ؟" اور پھر غصے میں اُس کھڑکی کے سامنے جاکر کھڑے ہوگئے جہاں سے پنجاب ہاؤس دکھائی دیتا تھا اور بلند آواز سے اپنے آپ سے کہنے لگے: "لاؤ میری بندوق! میں اِن سب کو شوٹ کرتا ہوں۔" اور پھر دائیں ہاتھ کو پستول بنا کر مُنہ سے ٹھشوں ٹھشوں کی آوازیں نکال کر بظاہر پی این اے والوں کو نشانہ بنانے لگے۔ مجھے اُن کی یہ حرکت بڑی بچگانہ سی لگی۔ ویسے بھی میں نے اُنہیں بد اِخلاق اور متکبر پایا۔ مجھے فرداً فرداً کم وبیش ہر لیڈر سے بات کرنے کا اِتفاق ہوا۔ باقی سب ہی بھلے اِنسان تھے۔ درازی عمر کی وجہ سے آجکل تو وہ بھی بھلے آدمی دکھائی دیتے ہیں۔ جنرل ٹکا خاں (مرحوم) اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت کرے! سادہ منش، سیدھے سادھے، ہشاش بشاش قسم کے اِنسان معلوم ہوتے تھے۔ وہ علی الصبح باقی سب سے پہلے نہا دھو کر فوجی طریقہ سے سول ڈریس میں ملبوس، سیاہ چشمہ لگائے ڈائنگ روم میں آکر ناشتہ کرنے کیلئے کھانے کی میز پر بیٹھ جاتے اور ناشتہ کے بعد اُس وقت تک بیٹھے رہتے جبتک دوسرے ساتھی بھی آکر ناشتہ نہ کرلیتے۔ میں نے جب اُنہیں اپنا تعارف کرایا تو اُنہیں یاد آگیا کہ میں ہی وہ آفیسر ہوں جسے اُنہوں نے دو سال قبل دوبارہ سٹاف کالج کیلئے نامزد کیا تھا۔ اُنہیں یہ جان کر خوشی ہوئی کہ میں نے سٹاف کورس مکمل کر لیا تھا۔

مولانا کوثر نیازی خاموش طبع لیکن خوش خلق اِنسان تھے۔ صبح سویرے لیموں کا قہوہ پینے کے عادی تھے۔ اِتفاق سے جِس وقت میں اُن سے مِلا تو وہ قہوہ نوش فرمارہے تھے۔ سلام دُعا کے بعد اخلاقاً مجھ سے بھی پوچھا کہ آیا میں بھی قہوہ پینا پسند کروں گا؟ میں نے شکریہ کے ساتھ معذرت چاہی۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں سیالکوٹ کے حلقہ پسرور سے احمدیوں کی حمایت سے کامیاب ہوئے۔ بلند پائے کے خطیب تھے۔ اُن دنوں احمدیوں کے حق میں خطبے دیا کرتے تھے۔ مجھے بھی اُن کا ایک خطبہ سننے کا موقع ملا۔ الیکشن کے دنوں میں بھی جیل میں تھے۔

شیخ رشید صاحب عمر رسیدہ اور جسمانی لحاظ سے سب سے نحیف و لاغر نظر آتے تھے۔ عموماََ خاموش اور چپ چاپ رہتے۔ فلاسفروں کی طرح بکھرے بکھرے بال اور دن رات ایک ہی شلوار قمیص میں ملبوس رہتے۔ قمیص کے بٹن گرمی کی وجہ سے کھلے رکھتے۔ ممتاز بھٹو کو میں نے سنجیدہ مگر خندہ پیشانی سے پیش آنے والا انسان پایا۔ اُنہوں نے اپنا ڈیک اپنے بستر کے ساتھ میز پر سیٹ کروا رکھا تھا۔ میوزک کے شوقین لگتے تھے۔ اُن کے ڈیک کا دھیما دھیما میوزک اُن کو لوری دے کر سلاتا اور اُسی کی دھن میں وہ صبح کو آنکھ کھولتے۔ مصطفیٰ کھر پر اُن دنوں یوگا کا بھوت سوار تھا۔ وہ صبح سویرے اپنی ٹانگیں باری باری اپنی گردن پر چڑھا کر اُن کے جوڑ رواں کرتے رہتے۔ اور ہم سے جب کوئی بھی اُن سے ملنے جاتا تو اُن کا سب سے پہلا سوال یہ ہوتا: "آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟" کھر صاحب نے اِتنی ساری شادیاں رچائیں مگر اِن دنوں اُن سے ملاقات کیلئے کوئی نہ آیا۔

حفیظ پیرزادہ جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے ہم فوجیوں کو ٹیڑھی آنکھ سے دیکھتے۔ معلوم ہوتا تھا کہ گرفتاری کے وقت کسی منچلے فوجی نے اُن کی ٹھکائی کی تھی۔ اُن کی بیگم سعدیہ پیرزادہ کا پاؤں اُن دِنوں بھاری تھا۔ وہ بے چاری اِسی حالت میں تقریباََ ہر روز اِسلام آباد سے اُن کی ملاقات کیلئے آتیں۔ اُن کے ساتھ ایک بید کی بڑی سی ٹوکری ہوتی جِس میں وہ اپنے میاں کیلئے گھر سے کھانا تیار کرکے لاتیں۔ گیٹ پر موجود ڈیوٹی آفیسر کو ہدایت تھی کہ ہر ملاقاتی کی تلاشی لے کر اندر جانے دیا جائے۔ پہلے دِن جب اُن کی تلاشی لی گئی تو بیگم صاحبہ کو کچھ ناگوار سا گزرا۔ بعد میں وہ خود ہی خاموشی سے ٹوکری لاکر ڈیوٹی آفیسر کے سامنے رکھ دیتیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ پیرزادہ صاحب مرغن کھانوں کے شوقین تھے۔ بعد میں پیرزادہ کو چھوڑ کر کھر صاحب سے شادی رچالی۔ جنرل کے ایم عارف پیرزادہ کی گرفتاری کا منظر بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب ضیأ کے ہمراہ میں لکھتے ہیں:

"اِس طرح بغیر گولی چلائے آپریشن کی تکمیل ہوگئی۔ صرف مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ کے ملازم کو ایک تھپڑ مارنا پڑا، وہ بھی یہ معلوم کرنے کیلئے کہ آیا صاحب گھر میں موجود ہیں کہ نہیں۔ پہلے اُن کے دروازے پر زور زور سے دستک دی گئی۔ اور جب کِسی نے دروازہ نہ کھولا تو اُسے توڑ دیا گیا۔ مسٹر پیرزادہ اپنے مطالعہ کے کمرے میں پائے گئے۔ خوف کے مارے اُن کا رنگ زرد ہو رہا تھا اور چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ کچھ لمحہ بعد جب اُن کے اوسان بحال ہوئے تو اُنہوں نے مسٹر بھٹو کی سلامتی کے بارے میں پوچھا اور یہ بھی دریافت کیا کہ آیا فوج میں کِسی قسم کی پھوٹ تو نہیں پڑی۔ اُنہوں نے کہا کہ وہ اپنے سلیپر اور سگریٹ کی ڈبیہ اوپر کی منزل سے لانا چاہتے ہیں۔ گرفتار کرنے والے آفیسر کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا اِسلئے اس نے پیرزادہ کو اپنی جیب سے سگریٹ کی ڈبیہ پیش کی اور اُنہیں نکال کر باہر لے آیا۔ اِس کے برخلاف فوج میں جو عام افواہ گرم تھی اُس کے مطابق گرفتار کرنے والا آفیسر نے جب اُنہیں اپنے ساتھ چلنے کو کہا تو اُنہوں نے غصے میں ٹیلیفون کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اُسے دھمکی

دی کہ وہ اُس کی وردی اُتروا دیں گے۔ اِس پر اُس آفیسر نے اُن کے مُنہ پر ایک ایسا مکا رسید کیا جِس کا نشان مصنف نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ بہرحال مشرف دور میں اُن کی فوج سے گاڑھی چھنتی رہی۔ وہ جنرل مشرف کے قانونی مشیر بھی رہے۔

حکومتی پارٹی کیلئے اِقتدار سے علیحدگی پر غم و غصے کا مظاہرہ کرنا ایک فطری عمل تھا۔ دوسری طرف معاملہ اِس کے بالکل برعکس تھا۔ اِس کے کچھ دِن بعد مجھے سندھ ہاؤس جانے کا اِتفاق ہوُا۔ کوئی گیارہ بجے دِن کا وقت تھا۔ ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر سب لوگ گول کمرے میں خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ مفتی محمود کے صاحبزادے فضل الرحمن اُن کو ملنے آئے ہوئے تھے۔ ماحول خاصا غیر رسمی تھا۔ مولانا شاہ احمد نورانی اپنے مخصوص لباس میں ایک صوفے پر آلتی پالتی مارے خوب چہچہار ہے تھے۔ پان سے اُن کے ہونٹ سرخ ہو رہے تھے۔ مونچھیں چٹ اور لمبی لمبی گدری ڈاڑھی۔ اُن کے ساتھ والے صوفے پر پروفیسر غفور احمد چپ چاپ بظاہر نورانی صاحب کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ اصغر خان صاحب کمرے کے پیچھے ہاتھ باندھے ٹہل رہے تھے۔ میں نے

حاضر ہو کر سب کو سلام کیا۔ لمحہ بھر کیلئے خاموشی طاری ہو گئی۔ میں نے اُن کی گفتگو میں مخل ہونا مناسب نہ سمجھا اِسلئے خاموشی سے ایک طرف ہو کر چل دیا۔ نورانی صاحب پھر چہچہانے لگے۔ مارشل لأ کے نفاذ سے وہ بہت خوش نظر آتے تھے۔ وہ سندھ ہاؤس کی طرف اِشارہ کر کے بڑے فخر سے کہہ رہے تھے: ”ہونہہ! آئے تھے گھر سے حکومت کرنے۔ لگوا دیا نا مارشل لأ“!

مجھے مری میں آئے چار پانچ دِن ہو گئے تھے مگر کرنل ظفر مجھے کوئی ذمہ داری نہ دے رہے تھے۔ باوجود یکہ پلٹن میں میرے سوا اور کوئی میجر نہ تھا لیکن مجھے اُنہوں نے بالکل نظر انداز کر رکھا تھا جو میرے لئے بڑی کوفت کا باعث تھا۔ ایک دِن جب میں نے اِس بارے میں اُن سے بات کی تو اُنہوں نے مجھے کھل کر بتا دیا کہ اوپر سے حکم ہے کہ مجھے اِس آپریشن سے علیحدہ رکھا جائے۔ بلی بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ مجھے اور کیا چاہیئے تھا میں نے موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ۱۲ ڈویژن کی آفیسر میس میں دو کمرے بُک کرائے اور منگلا سے بچوں کو گرمیوں کی چھٹیاں گزارنے کیلئے یہاں بلالیا۔ خوب رونق ہو گئی۔ جِس وقت باقی پلٹن سیکورٹی ڈیوٹی میں مصروف تھی ہم مری کے صحت افزا مقام پر چھٹیاں منا رہے تھے۔ ہم اپنی جگہ خوش کرنل ظفر اپنی جگہ خوش۔ ہم نے مری کی خوب سیر کی۔ بچوں کو تمام قابلِ دید مقام دکھائے۔

ایک روز ہم مال روڈ کی سیر کر رہے تھے۔ بعد دوپہر کوئی ڈھائی تین بجے کا وقت تھا۔ آسمان پر سفید بادلوں کی ٹکڑیاں روئی کے گالوں کی طرح تیر رہی تھیں۔ جِس کی وجہ سے موسم میں گرمی کے باوجود جونہی بادل کا کوئی ٹکڑا سورج کو اپنی آغوش میں لیتا

یکایک موسم میں خنکی آجاتی۔ سیاحوں اور چھٹیاں گزارنے والوں کا تانتا بندھا ہُوا تھا۔ ہر دکان پر سوونیئر خرِیدنے والوں کا جمگھٹا لگا دکھائی دیتا۔ کھوے سے کھوہ چھل رہا تھا۔ ہماری بڑی بیٹی فرح اُسوقت کوئی ساڑھے چار سال کی تھی۔ سرخ وسفید چین کی گڑیا جیسی۔ اُس نے سفید پتلون اور گلابی رنگ کی خانے دار بشرٹ پہن رکھی تھی۔ گرمی کی وجَہ سے سر پر کھجور کے پتوں کا خوبصورت فیلٹ ہیٹ اور پتلوں کے پائنچے نیچے سے پنڈلیوں تک فولڈ کئے ہوئے تھے۔ میں نے ہما کو اُٹھایا ہُوا تھا اور فرح نے اپنی امی کی انگلی پکڑ رکھی تھی۔ اختر حسب عادت کبھی ایک دکان میں گھس جاتی اور کبھی دوسری میں۔ مجھے چونکہ خرِید و فروخت سے کوئی دلچسپی نہ تھی اِس لئے میں دکان کے باہر کھڑا ہو جاتا۔ اچانک جب وہ ہینڈی کرافٹ کی دکان سے باہر نکلیں تو میں نے دیکھا کہ فرح اُن کے ساتھ نہ تھی۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن وہ نہ ملی۔ افرا تفری میں ہم سب اُسے ادھر اُدھر دکانوں میں ڈھونڈنے لگے لیکن وہ ہمیں کہیں نظر نہ آئی۔ ہم سب کے حواس باختہ ہوگئے۔ آپا قیوم کی تو جان ہی نکل گئی۔ آخِر میں نے سب کو اکٹھا کر کے ایک جگہ بٹھایا اور خود اُسے مال روڈ پر تلاش کرنے کیلئے چل پڑا۔ تلاش کرتے کرتے میں اپنی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ جب ذرا رش کم ہُوا تو مجھے اپنے آگے سو گز کے فاصلے پر فرح نظر آئی۔ وہ سر جھکائے سڑک کے ساتھ ساتھ ۱۲ ڈویژن کی میس کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے بھاگ کر اُسے اُٹھا کر اپنے سینے سے لگایا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ دنیا و مافیہا سے بے نیاز میں اُسے پاگلوں کی طرح پیار کر رہا تھا۔ لوگ مجھے حیرت سے دیکھتے اور مسکرا کر گزر جاتے۔ اُنہیں کیا پتہ تھا کہ اِن چند لمحوں میں ہم پر کیا قیامت گزر گئی تھی۔ جب ذرا اُس کی سسکیاں رکیں تو اُس نے مُنہ بسورتے ہوئے شکایت آمیز لہجے میں کہا: ”میں گھچے چے جارئی چھی۔“ یعنی میں غصے میں جا رہی تھی۔ میں اُسے لیکر واپس آیا تو سب کی جان میں جان آئی۔

اپنے ساتھی افسروں سے مجھے بھٹو اور اُن کے دیگر ساتھیوں کے بارے میں خبریں ملتی رہتیں۔ بعض دفعہ تو اُن کے خلاف ایسی ایسی غلط قسم کی خبریں ہوتیں جو بالکل بیہودہ اور ناقابلِ یقین تھیں۔ مثال کے طور پر ایک دِن مجھے پلٹن کے ایجوٹنٹ کیپٹن وجیہ الدین نے بتایا کہ بھٹو کے ایک ملاقاتی کی جب تلاشی لی گئی تو اُس کے سامان میں سے ننگی عورتوں کی تصویریں اور بلو فلمیں بر آمد ہوئیں۔ اور یہ کہ مسٹر بھٹو اپنے وزیروں کے ساتھ میٹنگ کے بہانے مل کر بلو فلمیں دیکھتے ہیں۔ پلٹن کے جونیئر آفیسر بعد میں میس میں بیٹھ کر کرنل ظفر کی موجودگی میں بھٹو اور اُن کے ساتھیوں کے بارے میں عجیب عجیب چٹ پٹی باتیں بیان کر کے چسکے لیتے۔ اللہ جانتا ہے کہ سچ تھا یا کسی خاص منصوبے کے تحت اُن کے فوج میں کسی ممکنہ اثر و نفوذ کو کم کرنے کی ایک کوشش تھی۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ بر خلاف اِس کے حزبِ اِختلاف کے رہنماؤں کے ساتھ نہایت ہی عزت و احترام کا سلوک

روا رکھا جاتا اور نہ ہی اُن کے خلاف کسی قسم کا منفی پروپیگنڈہ کیا جاتا۔ چنانچہ جنرل کے ایم عارف نے بھی اِسی پراپیگنڈے کو بنیاد بنا کر اپنی کتاب ضیأ کے ہمراہ میں اِس کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"پی پی پی اور پی این اے کے رہنماؤں کی اِس سہ ہفتہ گرفتاری سے فوجی حکام کو اُن لوگوں کے روزمرہ کے معمولات کو قریب سے دیکھنے کا موقع فراہم ہوُا۔ کہنے کو تو قیدی تھے لیکن اُن کو بڑی تکریم کے ساتھ سرکاری مہمانوں کی طرح رکھا گیا۔ بطور گروپ پی این اے کے لیڈروں کا طرزِ بودوماند بہت سادہ تھا۔ سیاسی مباحث کے ساتھ ساتھ ان صاحبان کا زیادہ وقت طعام کے معیار و مقدار سے متعلق نکتہ آفرینیوں میں گزرتا تھا۔ اِس کے برعکس پی پی پی کے اکابرین بھی سیاسیات پر تو خاصی گرما گرم بحث کرتے۔ لیکن چُسکے کے طور پر ان میں سے اکثر سابق صاحبانِ بست وکشاد کھانے سے قبل مے و مینا کی چُسکی کے عادی تھے اور بعض اہلِ دِل تو طعامِ شب کے بعد فحش اور برہنہ فلمیں دیکھے بغیر شب بسری نہ کرسکتے۔ اِن بالانشینوں کو یہ من پسند مواد پنجاب ہاؤس کا نچلا سٹاف مہیا کرتا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔۔۔"

اگر ساری تحریر کا بغور تجزیہ کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جنرل عارف نے بھی جانبداری سے کام لیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے بھٹو کے علاوہ اُن کی پارٹی کے باقی لیڈروں کو پنجاب ہاؤس میں رکھا گیا تھا۔ جنرل عارف کے مطابق پی این اے والے تو باجماعت نمازیں پڑھتے تھے لیکن پی پی پی والے شراب کباب اور فحش فلموں سے دل بہلاتے تھے۔ اور یہ سب سامان اُنہیں پنجاب ہاؤس کا نچلا سٹاف مہیا کرتا تھا۔ افسوس ہے جرنیل عارف کی منطق پر۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے ہماری پلٹن کا اِن تینوں ریسٹ ہاؤسز کے گرد اِتنا سخت پہرہ تھا کہ سویلین سٹاف تو کیا وہاں پر تو پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ اِس بات کا تو میں خود شاہد ہوں کہ سعدیہ پیرزادہ کی کھانے والی ٹوکری تک کی تلاشی لی گئی۔ اگر بغیر تلاشی کے گھر سے لایا ہوُا کھانا اندر نہیں جاسکتا تھا تو فحش فلمیں کیسے اندر چلی گئیں۔ اور جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے پنجاب ہاؤس میں پیرزادہ مصطفیٰ کھر اور ممتاز بھٹو کے علاوہ ٹکا خان، شیخ رشید اور مولانا کوثر نیازی بھی تھے۔ کیا اِن تینوں بزرگوں کی موجودگی میں فحش فلمیں دیکھی جاتی تھیں۔ یہ الزام سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ اِسلئے کہ پنجاب ہاؤس میں سوائے ملاقاتیوں کے متعلقہ فوجیوں کے علاوہ سب کا داخلہ ممنوع تھا۔

گورنمنٹ ہاؤس جہاں بھٹو صاحب نظر بند تھے اُس پر تو اِتنا سخت پہرہ تھا کہ جتنے دِن بھٹو وہاں پر نظر بند رہے اُتنے دِن مجھے بھی گیٹ سے اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ کرنل ظفر خود وہاں پر موجود رہتا اور بھٹو کی ہر ضرورت کا خیال اُن کے ملٹری سیکریٹری جنرل امتیاز رکھتے۔ ہوسکتا ہے بھٹو کی ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فوج والے اُنہیں شراب بھی مہیا کرتے ہوں۔ مگر یہ کہنا کہ

یہ چیزیں نچلے سٹاف کے ذریعے سمگل ہو کر اُن تک پہنچتی تھیں غلط اور بے بنیاد ہے۔ ہمارے اپنے آفیسرز کا کہنا ہے کہ بھٹو کے کسی ملاقاتی سے بلیو فلمیں نہیں بلکہ برہنہ عورتوں کی تصاویر برآمد ہوئی تھیں۔ دونوں بیانوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ عام خیال یہ تھا کہ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت یہ سب کچھ بھٹو اور اُن کے وزراٗ کو بدنام کرنے کیلئے کیا جارہا تھا۔ جنرل عارف نے تو کسی ممکنہ ردِ عمل کے اندیشے کے پیشِ نظر بھٹو یا اُن کے رفقا میں سے کسی کا براہِ راست نام لینے کی بھی جرأت نہیں کی۔ "سابق صاحبانِ بست و کشاد" میں تو جنرل ٹکا خان، مولانا کوثر نیازی اور شیخ رشید بھی شامل تھے۔

۲۸ جولائی کو سیاسی قیدی رہا ہو گئے اور پلٹن واپس کیمپ میں پہنچ گئی۔ کچھ دنوں بعد رمضان شروع ہو گیا۔ میں نے چونکہ رمضان میں عید سے پہلے چھٹی کاٹ لی تھی اِسلئے عید الفطر کے موقع پر پلٹن میں ٹھہرنے کا حکم ہوا۔ کمانڈنگ آفیسر سمیت باقی سب کے سب آفیسر عید پر چھٹی پر چلے گئے تھے۔ پلٹن کی پچاس فیصد سے زیادہ نفری کو اِس موقع پر چھٹی پر بھیجا جا چکا تھا۔ عید سے ایک دِن قبل پلٹن میں ٹامے ٹامے لوگ نظر آتے تھے۔ لیکن عید والے دِن بعد دوپہر تو یوں لگتا تھا جیسے کیمپ میں کوئی جن پھر گیا ہو۔ ساری پلٹن غائب!! صرف کوارٹر گارڈ اور بیرکوں میں ایک ایک سنتری کے سوا باقی کوئی آدم زاد نظر نہیں آتا تھا۔ عام طور پر پلٹنوں میں ایسے موقعوں پر جشن منائے جاتے ہیں۔ عید کی شام ساری پلٹن مِل کر بڑا کھانا کھاتی ہے جس میں سی او سمیت پلٹن کے تمام آفیسر بھی شامل ہوتے ہیں۔ لیکن اِس پلٹن کا تو باوا آدم ہی نرالا تھا۔ کرنل ظفر کی صرف ایک سال کی کمان نے "لیپا ہیروز" کو "ہارڈی گیل کے گیدڑ" بنا دیا تھا۔ اُس رات مجھے ٹھیک سے نیند بھی نہ آئی۔ اِسلئے کہ پلٹن میں سب سے سینئر میں تھا۔ اور اگر کوئی حادثہ پیش آجاتا تو ساری ذمہ داری مجھ پر ہوتی۔ ملک میں نظم و ضبط کی اگر حالیہ صورتِ حال ہوتی تو صرف چند ایک شر پسند اِن گنتی کے سنتریوں کو زیر کر کے پلٹن کا سارا اسلحہ لوٹ کر لے جاتے۔ خدا خدا کر کے دِن چڑھا۔ آہستہ آہستہ پہاڑی لوگ واپس آنے شروع ہو گئے۔ اور شام کو پلٹن میں پھر سے رونق نظر آنے لگی۔ تب کہیں جا کر میری جان میں جان آئی۔

★★★★★

رپورٹ کینیڈا میٹنگ

(وقائع نگار خصوصی: مکرم محمد اکرم یوسف صاحب)

پروفیسر چوہدری حمید احمد صاحب صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی اپنے نجی دورہ پر کینیڈا تشریف لائے تو تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسویسی ایشن کینیڈا نے اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے پروفیسر صاحب موصوف کے ساتھ ایک نشست کا اہتمام کیا۔ چنانچہ 22 جون 2013ء ہفتہ کی شام ایوان طاہر کے ملٹی پرپز روم میں تعلیم الاسلام کالج کے اولڈ سٹوڈنٹس دور و نزدیک سے جمع ہوئے۔ جن کی تعداد ایک سو سے کچھ زائد تھی۔ اس تقریب میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے غیر از جماعت باسکٹ بال کے مایہ ناز کھلاڑی ڈاکٹر خالد تاج کی شمولیت قابل ذکر ہے۔

باقاعدہ تقریب سے پہلے ایسوسی ایشن کے وائس پریذیڈنٹ محترم میجر (ر) عبدالحفیظ خلیفہ صاحب نے احباب اور معزز مہمانوں کو کھانے کی دعوت دی۔ اس تقریب میں میزبانی کے فرائض آپ ہی نے انجام دئے۔ کھانے کے دوران باہم تعارف اور کالج کے ایّام کی حسین یادوں کے تبادلے ہوتے رہے۔

مولانا مبارک احمد نذیر مشنری انچارج۔ ملک لال خاں۔ نیشنل امیر کینیڈا۔ پروفیسر چوہدری حمید احمد مکرم ڈاکٹر اعجاز احمد رؤف صدر اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن

وائس پریذیڈنٹ محترم میجر (ر) عبدالحفیظ خلیفہ

تقریباً آٹھ بجے محترم ناصر چٹّھ صاحب نے آیات قرآنیہ کی تلاوت سے تقریب کا آغاز کیا۔ بعدہ ایسوسی ایشن کے صدر مکرم ڈاکٹر اعجاز احمد رؤف صاحب نے معزز مہمان محترم پروفیسر چوہدری حمید احمد صاحب کو تقریب میں خوش آمدید کہتے ہوئے ایسوسی ایشن کینیڈا کی کارگزاریوں کی رپورٹ پیش کی۔ مکرم ڈاکٹر صاحب موصوف نے بتایا کہ جولائی 2012ء میں ایسوسی ایشن کے انتخابات کے بعد حضور انور کے ارشاد کے مطابق پاکستان میں مستحق طلباء کی امداد کے لئے 15 ہزار ڈالر جمع کئے گئے جو نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ ربوہ کو بھجوائے گئے ہیں۔ اِس موقعہ پر صدر صاحب نے حضور انور کا ارسال فرمودہ پیغام خوشنودی بھی پڑھ کر سُنایا۔ نیز بتایا کہ انٹرنیٹ پر ایسوسی ایشن کے جریدہ المنار کینیڈا کے دو پرچے شائع ہو چکے ہیں اور تیسرا پرچہ اشاعت کے مرحلے میں ہے۔ آپ نے ایسوسی ایشن کے عہدیداروں کے نام بھی پڑھ کر سُنائے۔

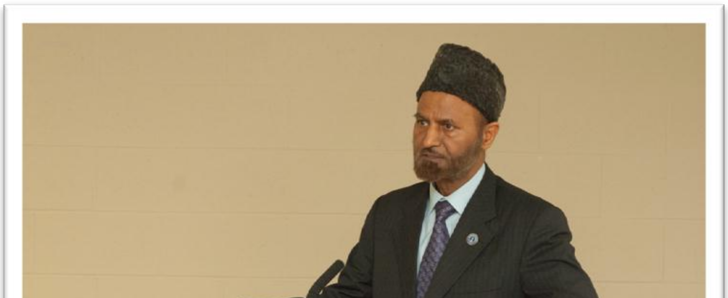

محترم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے پروفیسر چوہدری حمید احمد صاحب کا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا کہ دیگر امور کے علاوہ پروفیسر صاحب کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اُنہوں نے پاکستان سے باہر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کی طرح ڈالی اور ہمیں بھی تعلیم الاسلام اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی کی طرز پر اپنے پیارے آقا کی ہدایت پر عمل کرنے کا موقع ملا جس کے لئے تعلیم الاسلام کالج اولڈ ایسوسی ایشن کینیڈا اُن کی شکر گذار ہے۔

پروفیسر صاحب کا خطاب

پروفیسر صاحب نے اپنے خطاب میں اولڈ ایسوسی ایشن کینیڈا کی محبتوں کا شکریہ ادا کیا اور کمپیوٹر سکرین پر اپنے مخزنِ تصاویر میں سے تعلیم الاسلام کالج کے ابتدائی ایام کی چند نادر تصاویر پیش کیں جن سے یادوں کے دریچے کھلتے چلے گئے۔ تقریب شاید بہت طویل ہو جاتی لیکن نماز عشاء کی وجہ سے اس کو مختصر کرنا پڑا۔ لہٰذا محترم مولانا مبارک احمد نذیر صاحب نے اجتماعی دعا کروائی اور عشائیہ کی یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

تقریب کی چند جھلکیاں

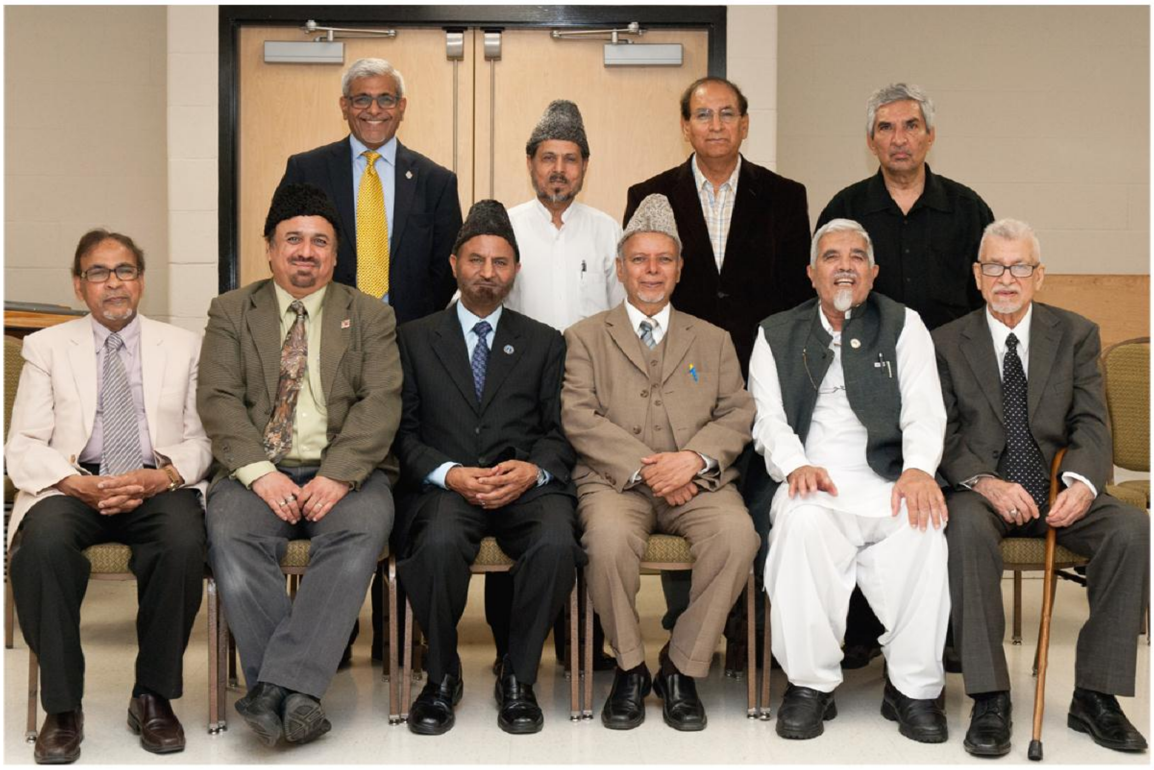

قضیہ سلام کرنے نہ کرنے کا

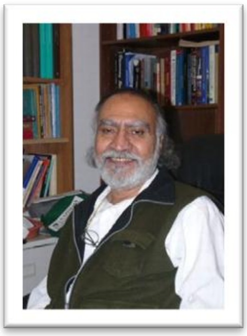

ڈاکٹر محمد ظفراللہ

اپنی تو یہ عادت ہے کہ کوئی سوال دماغ میں کلبلایا اور پڑ گئے اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر۔ یہ عادت ہماری کوئی آج کی نہیں۔ جب چھوٹے تھے تو ابا اور اماں کے کان کھایا کرتے تھے۔ اسکول کا کچھ اچھی طرح یاد نہیں کہ کس کس کے کان کھائے، کچھ تو اس لیے کہ ہم نے بہت کم اسکولوں میں چند ماہ سے زیادہ وقت گزارا، بس کلاس پاس کی اور بھاگے، اور کچھ اس لئے کہ اسکولوں میں اساتذہ کو اکثر کان کھینچنے سے ہی فرصت نہیں ہوتی تھی۔

ہاں کالج میں ہم کو چونکہ کالج سے زیادہ رہنے کا اتفاق ہوا اور اساتذہ بھی بہت ایسے ملے کہ وقتی طور پر ہی سہی اماں باوا کو بھی بھلا دیا۔ اس لیے سوال پوچھنا اور سوال و جواب کرنا بھی کچھ انہی لوگوں سے زیادہ یاد ہے۔ آج کی نشست کے لیے ہم نے ایسے ہی ایک سوال کا انتخاب کیا ہے۔ پر قبل اس کے کہ ہم اپنی رام کہانی شروع کریں ذرا "کالج میں ہم کو چونکہ کالج سے زیادہ رہنے کا اتفاق ہوا" کی وضاحت ہو جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم فضل عمر ہاسٹل میں رہتے تھے جو کہ کالج سے، جیسا کہ اکثر قارئین جانتے ہیں، متصل تھا [بلکہ کالج ہی میں تھا]۔ تو گویا جب کالج نہیں ہوتا تھا، یعنی بند ہوتا تھا، ہم تب بھی کالج میں ہی ہوتے تھے۔ اور ہاں ہم اکثر گرمیوں کی چھٹیاں بھی ہاسٹل اور کالج ہی میں گزارتے پائے جاتے تھے۔

فضیحتا سلام والا قصہ کچھ یوں شروع ہوا کہ ہم نے کہیں کسی اخبار میں یہ پڑھ لیا کہ کوئٹہ میں ایک صاحب نے ایک دوسرے صاحب کو سلام کا جواب نہ دینے پر پتھر مار کر زخمی کر دیا۔ کالجوں کے خلاف تو بہت کچھ کہا گیا ہے، مثلاً اکبر الہ آبادی کیا خوب فرما گئے ہیں:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی،

پر دکھ کی بات ہے کہ بہت کم لوگوں کو کالج کے حق میں کچھ لکھنے کی توفیق ایسے رنگ میں ہوئی کہ حضرت اکبر، وفات کے بعد ہی سہی، لا جواب ہو جاتے۔ تو صاحبو سنو جو گوش ہوش نیوش ہو، کالج سوچنا سکھاتا ہے۔

ہاں جی کالج سوچنا سکھاتا ہے۔ اب یہ اپنی اپنی افتادِ طبع کی بات ہے کہ کوئی سیدھا سوچنا شروع کر دے یا ہماری طرح ہر بات کو ذرا سا مشکل بلکہ ٹیڑھا لے کر اس پر اپنا دماغ اور وقت صرف بلکہ ضائع کرنا شروع کر دے۔ ہماری اس افتادِ طبع کے ذمہ دار صرف ہمی نہیں تھے بلکہ ہماری بعض تحریروں وغیرہ کو دیکھتے ہوئے بعض اساتذہ کا یہ خیال تھا کہ ہم کوئی فلسفی وغیرہ بنیں گے بڑے ہو کر۔ بلکہ ہمارے ایک کرم

فرما استاد نے تولے کے ہماری ایک تصویر بھی چھاپ دی اس عنوان کے ساتھ: محمد ظفر اللہ ہمارے ابھرتے ہوئے فلسفی اور ریاضی دان۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

پر خیر ریاضی دان تو بن گیے، بڑے نہ سہی چھوٹے ہی سہی، رہا فلسفہ تو آپس کی بات ہے نہ تب پڑھا اور نہ بعد کو، پر ہمیں ترس تو اپنی پانچویں یا چھٹی کی ان استانی صاحبہ پر آتا ہے، جنہوں نے ہماری ایک ڈرائنگ کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ ظفر اللہ اگر تم زندہ رہے تو ایک بہت بڑے آرٹسٹ بنو گے۔ بے چارے اساتذہ، ہر ٹیڑھے میڑھے پتھر کو ہاتھ میں لیکر اسکو ہیرا بنانے کے خواب دیکھنے لگتے ہیں۔

ہاں تو بات ہو رہی تھی سلام والے قصے کی۔ ہم نے یہ سوچا کہ ہمارے معاشرے میں عام طور پر سلام چونکہ بڑے اور صاحب وجاہت لوگوں کو کیا جاتا ہے، اور چونکہ سلام کا جواب دینا گویا سلام کرنے والے کی حیثیت کو تسلیم کرنا ہوا۔ ہو نہ ہو یہ سلام کا جواب نہ ملنے پر پتھر مارنے کا عمل ہماری معاشرت کے تناظر میں ایک فطری امر تھا۔ اگلا مرحلہ ٹھہرا ایک دھانسو سا سوال مرتب کرنے کا۔ سو یوں ٹھہری کہ ہم وہ خبر سنا کر یہ پوچھیں گے کہ، سلام کا جواب نہ ملنے پر پتھر مارنے کے عمل کے محرکات کیا ہو سکتے ہیں؟

یہ تو کچھ یاد نہیں کہ کتنے حضرات ہمارے اس سوال کا شکار ہوئے پر یہ یاد ہے کہ ایک اکثریت کا جواب تقریباً یہ تھا "یہ حرکت انتہائی احمقانہ ہے اگر مجھے کوئی میرے سلام کا جواب نہ دے تو میں تو اسے پتھر نہیں ماروں گا" اکثر بزرگوں کا انداز کچھ ایسا تھا کہ "تم بھی پتھر نہ مارنا" جہاں کہیں ہمت پڑی ہم نے عرض کیا کہ صاحب آپ تو ماشاء اللہ اتنے پڑھے لکھے ہیں آپ تو ایسی حرکت نہیں کریں گے، پر ایک ان پڑھ دیہاتی کے پاس اتنی عقل ہوتی تو یہ خبر ہی نہ بنتی۔ پر آخر میں نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات نکلتا تھا کہ سلام کا جواب نہ ملنے پر پتھر نہ مارنا، بری بات ہے۔ اب آپ سے کیا پردہ، گو کہ ہم ایسی باتوں کو توہمات میں گنتے ہیں، اس روز ہم نے سنجیدگی سے یہ یاد کرنے کی کوشش کی کہ صبح کس کا منہ دیکھ کر اٹھے تھے۔

خیر تو جب ہم کالج سے فارغ ہوئے تو ہاسٹل کی سوجھی۔ سوچا کہ چلو چوہدری صاحب سے پوچھتے ہیں۔ "چوہدری صاحب" سے ہماری مراد پروفیسر چوہدری محمد علی ہی تھے، اور، اللہ رکھے، ہیں۔ اس زمانے میں چوہدری صاحب ہمارے ہاسٹل کے سپرنٹنڈنٹ تھے۔ چوہدری صاحب کا نام ذہن میں آیا، تو ساتھ ہی دل صاحب نے الارم بجا دیا۔ خیر جب ہر پہلو سے اپنا خاطی ماضی قریب ٹٹول لیا اور یقین ہو گیا کہ کوئی ایسی قابل تعزیر بات نہیں جس کا علم چوہدری صاحب کو ہونے کا امکان ہو تو اپنی ہمت خود ہی بندھاتے ہوئے چوہدری صاحب کی کوٹھی کی جانب چلے۔

کواڑ کھٹکھٹانے پر جب چوہدری صاحب برآمد ہوئے تو ہم نے اپنا مسئلہ بیان کیا۔ وہیں کھڑے کھڑے جو فرمایا وہ تو اچھی طرح یاد نہیں پر تقریباً تقریباً یہ فرمایا: مادی اشیا کے متعلق یہ پیشگوئی کرنا کہ بعض خاص حالات میں انکا عمل یا رد عمل کیا ہو گا آسان ہے، جبکہ انسانوں کے، انہی حالات میں، رد عمل کی پیشگوئی کرنا بہت مشکل ہے۔ فرض کرو کہ دو سائیکل سوار آمنے سامنے سے آتے ہوئے ٹکرا کر گر

جاتے ہیں۔ تم سائیکلوں کے متعلق تو کہہ سکتے ہو کہ وہ جہاں گرے تھے وہیں پڑے رہیں گے لیکن سائیکل سواروں کے متعلق نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اٹھکر ایک دوسرے سے معذرت کریں گے یا لڑنا شروع کر دیں گے۔

حق تو یہ تھا کہ ہم اس قدر جامع اور مسکت جواب سن کر خوشی سے ناچنا شروع کر دیتے پر ادب مانع ہوا۔ تھوڑا سا افسوس یہ ہوا کہ ہم نے چوہدری صاحب سے پہلے ہی یہ سوال کیوں نہ پوچھ لیا۔ خیر اب پچھتائے کیا ہوت والا معاملہ تھا، اور ہم اپنی غلطیوں پر اتنا پچھتانے والے ہوتے، دوسرے الفاظ میں اتنے شرم والے ہوتے تو اب تک کب کے اس جہان سے پردہ کر گئے ہوتے۔ شکریہ ادا کیا اور دل ہی دل میں اس مثال پر سر دھنتے ہوئے اپنے کمرے کو سدھارے۔

چوہدری صاحب کی دی ہوئی مثال یہاں امریکا آنے کے بعد کئی بار کام آئی۔ ہمارا کچھ عرصے سے یہ معمول ہے کہ جب دماغ کام کرنا بند کر دے تو ہم انٹرنیٹ کا رخ کرتے ہیں۔ کچھ اپنے جیسے کوڑھ مغز چھوٹے لوگوں کی سنتے ہیں اور کچھ اپنی سناتے ہیں، بہانہ تو ریاضی پر بات کرنے کا ہوتا ہے، پر ہر پھٹے میں ٹانگ اڑانا اپنا فرض منصبی جانتے ہیں۔ ایک آدھ بار ایک صاحب نے ایمپیریکل سائیکالوجی سے متعلق اپنی معلومات کا مظاہرہ کیا تو ہم نے یہ مثال جڑ دی۔ یوں بھی اکثر بعض معاملات میں اپنے دماغ کو ٹھنڈا رکھنے کی خاطر اس مثال کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کی مشق کر لیتے ہیں۔ یوں بھی اس مثال کو یاد کرنا ہمارے لئے ایک طرح کے علاج کی صورت ہے کہ چلو ہم تو کچھ نہ بن سکے پر ہم نے استاد تو ایسے ایسے نابغہ ہائے روزگار پائے تھے۔

یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ یہ بس ایک مثال ہے ان جواہر پاروں کی جو کہ ہم نے اپنے اساتذہ سے حاصل کئے۔ اب یہ ہماری کوڑھ مغزی ہی سمجھیں کہ ہم ان سب باتوں کو پلے باندھ کر نہ رکھ سکے۔ ہمارے سبھی اساتذہ ایسے تھے کہ ہر ایک اپنی مثال آپ۔ اب ذرا چوہدری صاحب ہی کو لیں۔ سائیکالوجی میں ایم اے کر رکھا تھا، پر کہیں انگریزی ادب پڑھا رہے ہیں اور کہیں فلسفہ کے ادق مضامین کی گتھیاں سلجھا رہے ہیں۔ اردو اور پنجابی کے شاعر بھی اعلیٰ پائے کے تھے، اور ہیں۔ اور ان سب پر مستزاد یہ کہ انگریزی اہل زبان کی طرح لکھتے تھے، اور امید ہے کہ اب بھی لکھتے ہوں گے۔ آپ نے سلسلے کی بہت سی کتب کا انگریزی میں ترجمہ بھی کر رکھا ہے۔

وہ بات تو رہی جاتی ہے جس کے حوالے سے ہم نے یہ قصہ سنانا شروع کیا تھا۔ موصوف ہمارے ہاسٹل کے سپرنٹنڈنٹ بھی تھے اور گو کہ بہت ہمدرد بلکہ دستگیر آدمی تھے ڈسپلن کو قائم رکھنے کی خاطر، سخت گیری کا مظاہرہ بھی کر لیتے تھے۔ بات یہ ہے کہ ہمارے چوہدری صاحب ایک واقف زندگی تھے اور، دوسرے اساتذہ کی طرح، وقف کی روح کو سمجھتے تھے۔ سو ہر ایک کام جو انکو دیا جاتا تھا اسکو کماحقہ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہی روح کارفرما تھی کہ جب کشتی رانی کی ٹیم چوہدری صاحب کے سپرد کی گئی تو چوہدری صاحب نے کشتی رانی کی ٹیم کو بلندی پر پہنچا دیا، جب انکے ذمے باسکٹ بال کی ٹیم ہوئی تو چوہدری صاحب اکثر باسکٹ بال کی ٹیم کے ساتھ پریکٹس کرتے دیکھے جاتے تھے۔ سلسلے کی ایسی بے لوث خدمت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ایسا فہم بھی اپنی خاص جناب سے عطا کرتا ہے کہ ہم ایسے کٹ جتوں، کج بحثوں اور سوال پر سوال کرنے والوں کو مسکت جواب دے سکیں اور انکی رہنمائی بھی کر سکیں۔

ہمبرگ میں ایسوسی ایشن کا قیام

ایسوسی ایشن کے قیام کے بعد ارادہ کیا جاتا رہا کہ ہمبرگ وفد بھجوا کر وہاں کے دوستوں کو شامل ہونے کی تحریک کی جائے مگر اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق اس وقت ملی جب حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ اپنی ممبر شپ کو بڑھاؤ حضور کے ہدایت کی تعمیل میں مورخہ یکم مئی ۲۰۱۳ کو ممبران ایڈوائزری کمیٹی نے ہمبرگ کا سفر اختیار کیا۔ ہم مکرم محترم چوہدری ظہور احمد صاحب لوکل امیر ہمبرگ کے انتہائی ممنون ہیں جنہوں نے تمام تر انتظامات خود اپنی نگرانی میں کروا کر ہمارے اس دورہ کو کامیاب بنایا۔ مکرم لوکل امیر صاحب کے ساتھ مکرم محترم مولانا لئیق احمد منیر صاحب کے بھی ممنون ہیں جنہوں نے ہر ممکن رہنمائی سے ہماری عزت افزائی فرمائی۔ بیت الرشید میں میٹنگ ہوئی جس میں ہمبرگ کے دوستوں نے متفقہ طور پر مکرم محترم چوہدری منیر احمد باجوہ صاحب کو اپنا نمائندہ اور co-ordinator منتخب کیا۔ مکرم باجوہ صاحب نے انتہائی محنت سے کام کیا ہے اور پچاس سے زائد دوستوں کو ایسوسی ایشن کا ممبر بنایا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

ہمبرگ اجلاس کی چند جھلکیاں

★★★★★

جلسہ سالانہ جرمنی پر ایسوسی ایشن کا اجلاس

پچھلے کئی سال سے خواہش تھی کہ جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر جلسہ میں شامل ہونے والے سابق طلباء کی get-together کی جائے۔ چند سال پیشتر جب استاذنا المحترم چوہدری محمد علی صاحب تشریف لائے تھے تو ایک مختصر میٹنگ جلسہ کے بڑے ہال میں منعقد کی گئی تھی۔ اس سال بھی وقت اور جگہ کی limitations کے باوجود مکرم عرفان احمد صاحب کی کوشش سے ایک مختصر میٹنگ کا انعقاد ہو سکا جس میں پاکستان اور یوروپین ممالک سے تشریف لائے ہوئے سابق طلباء بھی شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں کوشش کی گئی کہ وقت کی تنگی کے باوجود مہمان سابق طلباء کو اپنے تاثرات بیان کرنے کا موقع دیا جائے۔ چنانچہ مکرم انجنیر محمد مجیب اصغر صاحب، مکرم محمود احمد شمس صاحب، مکرم میجر ریٹائرڈ عبد الوحید ظفر صاحب۔ مکرم راجہ محمد یوسف صاحب، مکرم محمد اسحاق اطہر خان، مکرم چوہدری عبد الصمد صاحب اور مکرم مامون الرشید ڈوگر صاحب نے مختصر خطاب کیا۔ ان سب دوستوں نے اپنے کالج میں طالب علمی کے زمانہ کے تاثرات بیان کئے۔

★★★★★

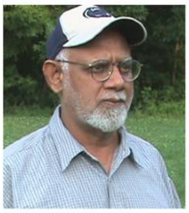

مکرم پروفیسر چوہدری صادق علی صاحب مرحوم

1942 - 2013

صادق صاحب بھی چلے گئے! یہ گھر ہی بے بقا ہے، آج تُو کل مَیں، یہ تانتا یونہی سے ہے اور قیامت تک یونہی بندھا رہے گا، باقی رہے نام اللہ کا!
چوہدری صادق کو مرحوم کہتے ہوئے بیالوجی لیکچر روم میں صادق کی مخصوص کرسی کو چشمِ تصور میں خالی دیکھتے ہوئے دل کو پکڑ ہوتی ہے، جب میں کالج سے ستمبر 1999 میں رخصت ہوا تو صادق نے اُسی کرسی سے اُٹھ کر بغلگیر ہو کر الوداع کہا تھا، دھیمی مربیانہ گفتگو اور صاف شفاف شخصیت، گہری دل میں اُتر جانے والی نظر، کم بول، تول اور بے دھڑک بول، واہ کیا مجاہد آدمی تھا!
کالج کی nationalization کے بعد ہمیں کن کن طور واطوار کے بارہ کے قریب پرنسپل صاحبان سے واسطہ پڑا، اب سوچتا ہوں، ہم جو تعلیم الاسلام کالج میں جاری وساری محبت وتوقیر کے ماحول کے عادی تھے، ہمارے لیئے یہ کیسا کڑا وقت تھا، جب ہمیں تشویش ناک نظروں سے دیکھا جانے لگا تھا۔ ہر لمحہ، ہر دن ہماری نیک نیتی کا امتحان، ہم جو کالج سے چھٹی کے بعد شام گئے تک کالج میں ٹھہر کر کام کرتے رہتے، نوبت ایں جا رسید پیریڈ پڑھایا اور سائیکل پر سوار یہ جاوہ جا، ہم کالج میں اپنے دن گنا کئے۔
سرگودہا سے ایک لحیم شحیم پرنسپل صبح ایکسپریس کے ذریعے کالج تشریف لاتے، موصوف کو منہ بگاڑ بگاڑ کر اپنے کپڑوں پر سے نظر گزارتے ہوئے بات کرنے کا شوق تھا، اور اکثر Reader's Digest کا قاری ہونے کی ڈھینگیں مارتے ے۔ ہم انکی بچگانا سوچ کو بادل نخواستہ سنا کئے۔
پیپلز پارٹی کے اوائل کا زمانہ تھا۔ ٹیڈی پینٹ، تنگ ٹو بوٹ، نوجوانوں میں لمبے وحید مرادی بالوں کے سٹائیل کا دور تھا۔ غلام مصطفٰے کھر پنجاب کے گورنر تھے، سردیوں میں موصوف ٹی وی پر ایک کیمل کلر چادر کی بُکل مارے ہوئے نظر آتے۔ ایک دن اسی طرز کی چھوٹی سی "چُنی نما" چادری میں بُکل مارے کالج تشریف لائے۔ جو جاتا اِس "چادری" کی تعریف و توصیف سن کر آتا۔ اتفاقاً چوہدری صادق علی اور سلطان احمد کسی کام کے سلسلے میں ملنے گئے، صاحب نے حسبِ عادت اپنی چادر کی تعریف و توصیف کے قلابے ملائے، صادق علی صاحب نے برجستہ کہا چوہدری صاحب، ایہ چھوٹی جئی چُنی کیہ پالا لاندی ہندی اے! یہ سننا تھا کہ جناب پرنسپل آگ بگولا ہو گئے، "صادق تمہیں بات کرنا نہیں آتی، میں تمہیں ٹرانسفر کروادوں گا۔۔۔"وغیرہ۔ اور اس سلسلے میں دفتری کاروائی شروع کروادی۔ ہم سب پریشان! حضور کی خدمت میں دعا کے لیئے لکھا، ارشاد ہوا: "یہ خود ہی ذلیل ہوگا"۔ موصوف نے صادق علی کی تین دفعہ ٹرانسفر کرائی، تینوں بار رک گئی، آخر چند دنوں بعد لاہور

سے سیکریٹری ایجوکیشن کو ملنے کا آرڈر پہنچا۔ وہاں کیا گزری، موصوف ہی راوی تھا: "نو بجے سے چھٹی تک مجھے انتظار کرایا، اور میں ذلیل و خوار باہر چپڑاسی کے ساتھ بیٹھا بلاوے کا منتظر رہا۔ میری توبہ "!اس جھٹکے نے موصوف کو زمین بوس کر دیا!

پروفیسر ایرک سپرین اسلامیہ کالج سول لائینز میں انگریزی کے مشہور پروفیسر تھے، بڑی، بلکہ بہت روانی سے پنجابی لہجے میں انگریزی تقریر کرتے۔ صادق مرحوم کا باٹنی مضمون تھا، لیکچر بڑے جچے تلے، دھیمے پنجابی لہجے میں مرحوم پروفیسر میاں عطاء الرحمٰن صاحب کی طرح دیتے کہ طلباء کے لئے follow کرنا، نوٹس لینا اور سمجھنا آسان ہوتا۔

مرحوم چوہدری صادق علی 1942 میں موضع پر چیاں ضلع جالندھر انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد چوہدری رحمت علی نے خلافت ثانیہ کے عہد میں بیعت کی، بہت نیک اور دعا گو بزرگ تھے۔ پارٹیشن کے بعد آپکا خاندان گگومال ضلع فیصل آباد میں رہائش پزیر ہوا۔ چوہدری صاحب نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے ایف ایس سی اور بی ایس سی کیا، پشاور یونیورسٹی سے ایم ایس سی باٹنی کے بعد 1966 میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں لیکچرر مقرر ہوئے اور 2002 میں ریٹائر ہوئے۔

آپ مختلف جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے: گلشنِ احمد نرسری ربوہ کے انچارج رہے، تزئین کمیٹی ربوہ کے ممبر رہے، دفتر وقف جدید میں خدمت کی توفیق پائی۔ 1989-2007 کا لمبا عرصہ دارالقضاء میں مرکزی قاضی رہے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ صائب الرائے تھے۔ ایک دفعہ آپکا قضاء میں لکھا ہوا فیصلہ کسی جج کے سامنے پیش ہوا، جج نے پوچھا صادق علی صاحب نے لاء کہاں سے پڑھا ہوا ہے، جب بتایا گیا کہ کالج میں

پروفیسر ہیں، حیران ہو کر کہنے لگا میں حیران ہوں فیصلے میں کوئی جھول نہیں۔

ریٹائرمنٹ کے بعد 2007 میں اپنے بچوں کے پاس آسٹریلیا منتقل ہو گئے۔ جہاں حضور کی ہدایت پر آپکو صدر قضاء بورڈ آسٹریلیا مقرر کیا گیا، اور اس طرح آسٹریلیا میں دارلقضاء کا قیام عمل میں آیا، اور یہ عہدہ وفات تک قائم رہا۔ آپ کی اہلیہ بیان کرتی ہیں، سادگی، عاجزی اور انکساری آپ کی زندگی کے نمایاں اوصاف تھے۔ آپ خود بھی باقاعدگی سے نماز پڑھتے اور بچوں کو تلقین کرتے۔ خلافت کے ساتھ بے حد وابستگی تھی، اور بچوں کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتے رہتے۔ اور انہیں احساس دلاتے رہتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو نعماء عطا کی ہیں یہ سب احمدیت کی بدولت ہیں۔ خود بھی موصی تھے، بچوں کو بھی نظامِ وصیت سے منسلک کرایا۔ چندہ باقاعدہ پیشگی ادا کرتے۔ اپنے اہل و عیال اور سب رشتہ داروں سے ہمیشہ پیار و محبت کا سلوک رہا، ضرورت مندوں کا ہمیشہ خیال رکھتے اور مختلف طریق سے مالی امداد کرتے رہتے۔

2010 سے پھیپھڑوں کے کینسر سے بیمار تھے۔ سخت تکلیف میں بھی کبھی ناشکری کا کلمہ زبان سے نہ نکالا۔ 10 مارچ 2013 بقضاءِالہیٰ وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ سڈنی میں قطعہ موصیاں میں مدفون ہوئے۔ مرحوم کے لواحقین میں بیوہ کے علاوہ تین بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں، سوائے چھوٹے بیٹے کے سب شادی شدہ اور صاحبِ اولاد ہیں۔

مرحوم 1963 میں جب میں نے تعلیم الاسلام کالج جائین کیا، تھرڈ ایر بی ایس سی کے طالب علم تھے۔ 1966 سے 1999 میری ریٹائرمنٹ تک میرے ہمکار رہے، ہمیشہ مجھ سے اور دوسرے ہمکار اساتذہ سے بہترین سلوک رہا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرے اور لواحقین کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

خاکسار محمد شریف خان

★★★★★

جلسہ سالانہ یوکے کے موقع پر میٹنگ

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن انگلستان نے مکرم محترم مولانا عطاء المجیب راشد کی صدارت میں جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے تمام سابق طلباء کے لئے ایک مختصر اجلاس کا انتظام کیا جس میں جلسہ پر تشریف لانے والے بہت سے سابق اساتذہ اور طلباء شامل ہوئے جن میں مکرم محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب، مکرم محترم چوہدری حمید اللہ صاحب، مکرم محترم بشیر احمد خاں رفیق صاحب، مکرم محترم چوہدری حمید احمد صاحب، مکرم محترم مجیب الرحمان صاحب ایڈووکیٹ، مکرم محترم زرتشت منیر احمد صاحب، مکرم محترم عرفان احمد خان صاحب اور مکرم محترم محمد اسلم منگلا صاحب کے علاوہ ایک سو سے زیادہ دوست شامل ہوئے۔ ذیل میں اس اجلاس کی چند جھلکیاں:

pepsi

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس
ایسوسی ایشن برطانیہ
Talim-ul-Islam College
Old Students Association United Kingdom
TALIM-UL ISLAM COLLEGE

اذکرو امواتکم با لخیر

مولانامسعواحمد جہلمی مرحوم

"بے وفاوں میں نہیں ہوں میں وفاداروں میں ہوں۔ سراپا محبت تھے سراپا خدمت تھے۔ جماعت اور خلافت کے سے توان کا عشق ایک ضرب المثل بننے کے لائق تھا" (خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

کہتے ہیں وقت گزرتے دیر نہیں لگتی۔ میرے بہت ہی پیارے دوست مسعو احمد جہلمی کو ہم سے جدا ہوئے بائیس سال سے زائد ہو چکے ہیں مگر ان کی محبت بھری آواز میرے کانوں میں اب بھی رس گھول رہی ہے۔ مسعود احمد جہلمی مرحوم کو جماعت میں با لعموم اور جرمنی میں بالخصوص دوست صرف جہلمی صاحب کر کے پکارتے تھے۔ جہلمی صاحب کو اللہ تعا لٰی نے جسمانی حسن کے ساتھ ساتھ ۔ اخلاق اور روحانی حسن بھی عطا فرمایا تھا۔ گفتار اور کلام میں انتہائی با وقار اور پر کشش شخصیت کے مالک تھے ۔ ۔ ان کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے ایسی کشش رکھی تھی کہ جو بھی ان سے ملا ان کا گرویدہ ہو کر رہ گیا۔ خود اعتمادی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ جن دنوں میں جرمنی میں مہاجرین کے مسائل کے سلسلہ میں ان کے ساتھ کام کرتا تھا تو ایک روز ہمیں جرمنی کی ایک عدالت عالیہ

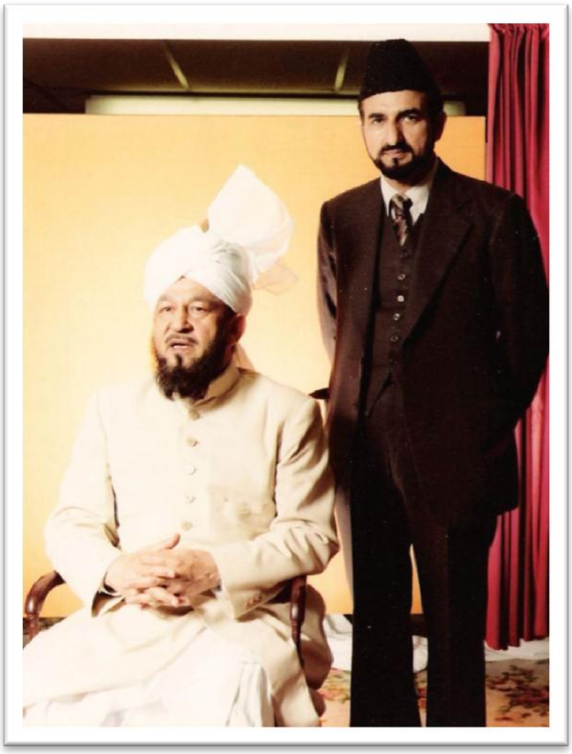

کے فیصلے کی ضرورت پڑی۔ میں نے کہا کہ کہ ویزباڈن کے ایک ماہر قانون جن سے ہماری کسی حد تک جان پہچان تھی ان سے مل سکتا ہے۔ میں جا کر ان سے لے آتا ہوں۔ کہنے لگے تم کہاں جاتے پھرو گے۔ ان کو فون کر دیتے ہیں کہ وہ خود ہی پکڑا جائیں گے۔ جرمنی میں پرانے رہنے والے دوست بتاتے ہیں کہ شروع شروع جب ویزہ کے حصول کی مشکلات ہوتی تھیں تو جہلمی صاحب اپنا کارڈ دے دیتے اور افسران کارڈ دیکھ کر ہی جہلمی صاحب کے احترام میں وہ کام آسانی سے کر دیتے۔ پبلک ریلیشنز میں تو یکتا تھے۔ فرانکفورٹ کے لارڈ میئر کو تو فون کر کے کام کروا لیتے تھے۔ جب فرانکفورٹ سے ان کو امریکہ کے شہر شکاگو ٹرانسفر کیا گیا تو اتفاق سے انہیں

دنوں اخبار میں خبر آئی کہ شکاگو اور فرانکفرٹ شہروں کے درمیان باہمی تعاون کا معاہدہ ہوا ہے۔ مسعود صاحب نے اخبار پڑھ کر فرانکفورٹ کے لارڈ میئر سے ملاقات کی۔ انہیں قران کریم کا تحفہ پیش کیا اور کہا کہ میں اب فرانکفورٹ سے شکاگو جا رہا ہوں اگر آپ وہاں کے لارڈ میئر کا کوئی پیغام دینا چاہیں تو میرے ذریعہ بھجوا سکتے ہیں۔ چناچہ انہوں نے مسعود صاحب کے ساتھ فوٹو بنوایا(جو اس مضمون کے آخر میں دیکھا جا سکتا ہے) اور شکاگو کے لارڈ کے نام ایک تعارفی خط لکھ دیا جس سے ان کے شکاگو کے میئر سے بھی ذاتی تعلقات ہو گئے۔ اس طرح پر وہ تبلیغ کے راستے ہموار کر لیا کرتے تھے۔

حکومت چین کی دعوت پر صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے ساتھ چین کا سرکاری دورہ بھی کیا۔ آج کل ان کے بھائی برادرم عزیزم محمود احمد لون چین میں اعلیٰ ملازمت پر فائز ہیں۔ اور جہاں تک مجھے معلوم ہیں چین کی جماعت کے صدر ہیں۔ محمود صاحب نے خود کالج کی تعلیم کے بعد آرمی جائین کر لی تھی مگر کپتان بنکر فوج کی ملازمت چھوڑ دی۔ اب وہ اور ان کے بھائی داود احمد مستقل طور پر کینیڈا میں مقیم ہیں۔

مسعود صاحب سے میری جان پہچان تو ربوہ ہی سے تھی۔ ان کا بھائی محمود کالج میں ہمارا اسٹوڈنٹ تھا۔ انہوں نے خود بھی کالج سے ایم۔ اے عربی کیا تھا۔ مگر وہ میرے حلقہ احباب میں نہیں تھے۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ہماری دوستی کا آغاز مکرم عرفان احمد خان کی وساطت سے ہوا۔ عرفان احمد خان ان دنوں جماعت جرمنی کے سیکرٹری امور خارجہ تھے۔ کسی جماعتی کام میں معاونت کے لئے یہ دونوں میرے پاس آئے۔ میں ان کی محبت اور شفقت سے بہت متاثر ہوا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ ہم قریب ہوتے گئے۔ ان دنوں جرمنی میں احمدی مہاجرین اپنے اسائلم کیسز کی وجہ سے بہت پریشان تھے۔ جرمن حکومت کو پاکستان میں احمدیوں کے حالات کا تفصیلی علم نہیں تھا۔ جب بہت سے احمدی دوستوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحہ کی خدمت میں اپنی پریشانیوں کا ذکر کر کے دعا کی درخواست کی تو حضور نے مسعود صاحب، جو اس وقت مشنری انچارج تھے، سے فرمایا کہ احمدی احباب کے لئے حکومت کے متعلقہ محکموں سے رابطے کر کے ان کو حقائق سے آگاہ کرنا چاہیئے۔ ساتھ ہی فرمایا یہ کام میں آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ اسی روز جہلمی صاحب میرے پاس آئے اور خواہش کی کہ میں اس کام میں ان کی اعانت کروں۔ وہ دن اور ان کی زندگی کا آخری دن۔ پھر ہمارا تعلق گہرے سے گہرا ہوتا گیا۔ اور اس میں کبھی کسی قسم کا رخنہ نہیں آیا۔ میں تحدیث نعمت

اور دعا کے لئے ذکر کر دوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری حقیر کوششوں میں بہت برکت ڈالی اور احمدی مہاجرین کے مسائل میں آسانیاں پیدا فرمادیں اور حکومت جرمنی کا جماعت کے بارہ میں رویہ بہت بہتر ہو گیا۔ مسعود صاحب کی وفات کے بعد حضور کے ارشاد پر جماعت نے یہ کام میرے سپرد کر دیا۔ میں اس جگہ دعا کی غرض سے اپنے ان دوستوں کا ذکر بھی کر دوں جو اس بھاری ذمہ داری میں میری رہنمائی اور معاونت کرتے رہے۔ خاکسار نے حضور کی منظوری سے ایک کمیٹی بنائی جس میں مکرم چوہدری محمد شریف خالد، مکرم عرفان احمد خان، مکرم مسعود احمد دہلوی مرحوم، مکرم ڈاکٹر عبد الغفور قریشی اور محمد عاقل خان کے نام مجھے یاد ہیں۔ اس معاملہ میں خاکسار کو ہر قدم پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی رہنمائی اور دعائیں حاصل رہیں اور حضور اتنے خوش تھے کہ ایک خط میں حضور نے لکھا "ماشاء اللہ۔ آپ ایک تاریخی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں"

میں کہہ یہ رہا تھا کہ خلفاء وقت نے جماعت کی انتہائی اہم اور حساس امور کی ذمہ داریاں محترم جہلمی صاحب کے سپرد کیں جن کو انہوں نے بڑی خوش اسلوبی سے ادا کیا، 1984 کے پر آشوب دور میں جب اس وقت کے فوجی ڈکٹیٹر نے حضرت خلیفۃ المسیح رحمہ اللہ کی گرفتاری کا فرمان جاری کر دیا تھا حضور کی ہجرت کے انتظامات میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ امریکہ۔ سوئٹزرلینڈ اور جرمنی میں مشنری انچارج رہے، وکیل التبشیر کے عہدہ پر فائز رہے اور آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے پرائیویٹ سیکرٹری کے فرائض بھی سرانجام دئے۔ خلافت سے مکمل وفا کا یہ حال تھا کہ جن دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ ان سے ناراض تھے اور ان کو کام سے روکا ہوا تھا ایک دفعہ افواہ چل نکلی کہ عطاء المجیب راشد صاحب فرانکفورٹ بھجوائے جا رہے ہیں اور جہلمی صاحب کو لندن ٹرانسفر کیا جا رہا ہے، جب میں نے ان سے اس افواہ کا ذکر کیا اور کچھ گھبراہٹ کا اظہار کیا کہ بچوں کی تعلیم جو جرمن زبان میں ہو رہی ہے متاثر ہو گی۔ تو کہنے لگے تم لندن کہہ رہے ہو، خدا کی قسم خلیفۃ المسیح مجھے پاکستان کے کسی گاؤں میں بھی حکم دیں تو میں ایک لمحہ توقف کئے بغیر حکم کی تعمیل کروں اور بچوں کی تعلیم کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کروں گا۔

Luqman Ahmad

Salman Ahmd

Zabih Ahmad

جہلمی صاحب کی ظاہری صحت اس قدر اطمینان بخش اور قابل فخر تھی کہ برادرم محترم چوہدری محمد شریف خالد صاحب جو ان کے بردار نسبتی بھی ہیں کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ خدام الاحمدیہ ہال ربوہ میں جماعت کی شوریٰ کے دوران کسی دوست نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ جو اس وقت شوریٰ کے اجلاس کی صدارت فرمارہے تھے کی خدمت میں عرض کیا کہ مبلغین کی صحتیں اچھی نہیں۔ وہ کمزور ہیں۔ کیونکہ ان کی تنخواہیں تھوڑی ہیں۔ اور تجویز پیش کی کہ ان کے الاونس بڑھائے جا ئیں تاکہ ان کی صحتیں بہتر ہوں۔ اس پر حضور نے فرمایا مسعود جہلمی اور امام بشر رفیق سامنے سٹیج پر آئیں اور ان دونوں واقفین زندگی کو دکھا کر فرمایا ان کی صحتیں کس سے کمزور ہیں۔

دل کا مرض: بتایا کرتے تھے میں نے امریکہ میں ایک مرتبہ دل کا معائینہ کروایا تو تفصیلی چیک اپ کے بعد مجھے بتایا گیا کہ دل مکمل طور پر صحت مند ہے۔ مگر ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ دل کا دورہ پڑا اور اوپن ہارٹ سرجری کروانی پڑی جو ڈاکٹر آفتاب صاحب نے کی۔ دس سال بعد جرمنی میں دل کی دوبارہ تکلیف ہوئی اور ڈاکٹروں نے دوبارہ اپریشن کا مشورہ دیا جس سے کچھ گھبرا رہے تھے۔ کہنے لگے اگر اپریشن کروانا پڑا تو ڈاکٹر آفتاب صاحب سے ہی کراوں گا۔ جرمنی میں ڈاکٹر کہتے تھے جلدی کراؤ۔ مرض بڑھ رہا تھا۔ اور پھر حضور ناراض ہوگئے تو جہلمی صاحب سب کچھ بھول گئے۔ جب حضور کی طرف سے معافی ہو گئی تو پھر دل کا مرض بھلا کر کام میں جت گئے۔

وفات : تکلیف بہت بڑھ گئی تو اپریشن کے لئے مان گئے اور یونیورسٹی کلینک سے appointment لے لی۔ مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وقت سے پہلے ہی ہارٹ اٹیک ہو گیا لیکن ابھی زیادہ شدید نہیں تھا۔ ان کی بیگم صاحبہ کسی عزیز کی وفات پر پاکستان گئی ہوئی تھیں۔ بتاتے تھے وہ تو میری بیماری کی وجہ سے جانے سے گھبراتی تھیں میں نے ہی اصرار سے بھجوا دیا۔ خادم مسجد نے مجھے بتایا کہ جب دل کی تکلیف ہوئی تو باہر ایمبولینس کھڑی تھی اور جہلمی صاحب دفتری کام سمیٹنے میں لگے ہوئے تھے۔ ایمبولینس والے بھی کہتے تھے کیا عجیب مریض ہے کہ صحت کی فکر نہیں کام کی فکر ہے۔ بہر حال ان کو قریب کے ہسپتال لے جایا گیا جہاں وقتی طور پر طبیعت کچھ سنبھل گئی تو ہسپتال ہی میں جماعتی کام میں لگ گئے۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا بستر سے نہیں اٹھنا مگر وہ تو مسعود تھے موت کی کیا پرواہ تھی۔ ایک روز میں دفتر سے واپسی پر حسب معمول ہسپتال گیا تو کمرے میں نہیں تھے ساتھ والے مریض نے کہا یہ آرام نہیں کرتے باہر دیکھا تو بوتھ سے فون کر رہے تھے۔ میں نے ناراض ہو کر پوچھا کہ ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ کہنے لگے کچھ جماعتی فون کرنے تھے۔

آخری لمحات: اسی روز شام کو پھر شدید ہارٹ اٹیک ہوا۔ دل پہلے ہی بہت کمزور ہو چکا تھا۔ موت وحیات کی کشش شروع ہو گئی۔ بچے سلمان۔ ذبیح۔ قدسیہ۔ شریف خالد صاحب بمع بیگم صاحبہ جو ان کی ہمشیرہ ہیں اور بہت سے دوست احباب پہنچ گئے۔ قدسیہ بیٹی بہت نڈھال ہو رہی تھی۔ اسکی حالت دیکھ کر مجھے فکر ہو رہا تھا۔ رات کے دو بجے کے قریب ذبیح قدسیہ کو گھر لے گئے۔ خالد صاحب بمع بیگم اور سلمان پاس رہے۔ خالد صاحب نے بتایا کہ مسعود صاحب کو معلوم ہو چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوہ آ چکا ہے۔ وہ آخری سانس تک پورے ہوش میں رہے۔ کہا "معلوم ہوتا ہے ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے" پھر یہ بھی کہا "مبارکہ نہیں پہنچ سکی۔ اسے میرا اسلام کہنا" آخری لمحات میں جب ان کی ہمشیرہ بیگم شریف خالد نے سورۃ یٰسین کی تلاوت بسم اللہ سے شروع کی تو کہا " پہلے اعوذ باللہ پڑھتے ہیں" خالد صاحب بتاتے ہیں۔ سلمان نے مجھے بتایا کہ ابا جان کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا۔ اگرچہ بول نہ سکتے تھے مگر مجھے محسوس ہوتا تھا میرا ہاتھ دبا رہے ہیں۔ ان کے آخری الفاظ تھے "الیٰ رفیق الاعلیٰ، الیٰ رفیق الاعلیٰ " اور پھر جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ حضرت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ان کی وفات پر جنازہ پڑھانے سے پہلے فرمایا حضرت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ کا شعر ان پر صادق آتا ہے "بے وفاوں میں نہیں ہوں میں وفاداروں میں ہوں۔" ان کے کتبے پر لکھوایا جائے "سراپا محبت تھے سراپا خدمت تھے۔ خلافت کے ساتھ وفا کا تعلق تو مثالی تھا"

اللہ نے بچوں کو خود سنبھال لیا: مسعود صاحب خود تو امریکن نیشنیلٹی لے چکے تھے مگر بیگم اور بچوں کے پاس پاکستانی پاسپورٹ تھے۔ ایک مرتبہ میں نے کہا مسعود صاحب آپ بچوں کی فکر نہیں کرتے، ان کو امریکن شہریت کیوں نہیں لے کر دی۔ کہنے لگے میں نے ان کو اللہ کے سپرد کیا ہوا ہے، وہ ان کو خود سنبھال لے گا۔ میں نے کہا یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ چنانچہ بیوی بچوں کی شہریت کے فارم منگوا کر پر کر کے بھجوا دیئے۔ مگر ان کی وفات تک کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ نے ان کے بچوں کے لئے ایک سال تک جرمنی میں اسی گھر میں رہنے کی اجازت دے دی جس میں وہ مسعود صاحب کی وفات تک رہ رہے تھے۔ مگر اس کے بعد کیا ہوگا۔ جرمنی کے ویزہ کی تجدید ہو سکے گی یا نہیں۔ بظاہر پاکستان ہی جانا پڑنے کا امکان تھا۔ سبھی کو گھبراہٹ تھی۔ سمجھ نہیں آ رہی تھی کیا کیا جائے۔ سلمان احمد کی والدہ محترمہ نے کہا کہ امریکن کونسلیٹ سے پتہ کریں کہ ان کی شہریت کی درخواست کا کیا بنا۔ چنانچہ میں انکو لے کر امریکن کونسلیٹ گیا۔ وہاں کی کارکنہ کو بتایا کہ مسعود صاحب نے اپنی فیمیلی کی شہریت کی درخواست دی تھی اس کا کیا بنا۔ ساتھ ہی بتایا کہ وہ خود تو اللہ کو پیارے ہو گئے

ہیں۔ جس پر پہلے تو اس نے تعزیت کی اور پھر کہا کہ ان کا امریکن پاسپورٹ واپس کر دیں۔ اس نے مزید کہا کہ مسعود صاحب کی درخواست آنے پر ان کو ایک خط لکھا گیا تھا اور کچھ مزید کوائف مانگے گئے تھے ہمارے اس خط کا کوئی جواب نہیں آیا۔ اب تو معاملہ آگے نہیں چل سکتا۔ پھر خود ہی کہنے لگی اچھا میں اپنے افسر سے پوچھتی ہوں کیا ہو سکتا ہے۔ واپس آئی تو کہنے لگی:

There is a provision for widows of American Citizens, but not for the children

میں نے کہا مگر ان کی ایک بچی تو بہت چھوٹی ہے وہ کیسے ماں کے بغیر رہ سکتی ہے۔ اس وقت عزیزہ قدسیہ بہت چھوٹی تھی۔ اس پر وہ پھر واپس اپنے افسر کے پاس گئی اور آ کر کہا: The case of the child can be considered under humanitarian parole مگر اس کا کیس روم بھجوانا ہو گا اور اسکی فیس ساٹھ ڈالر دینی پڑے گی۔ ہم نے کہا پھر ایسے ہی کر دیں۔ اس نے ضروری فارم دے دیئے جو ہم نے بعد میں فیس کے ساتھ جمع کرا دیئے۔ اس دوران ان کے بیٹوں سلمان، ذبیح اور لقمان کا فکر تھا۔ کہ ان کا کیا جائے۔ ایک دو دفعہ پتہ کرنے امریکن کونسلیٹ گئے تو یہی پتہ چلتا کہ کیس کا ابھی فیصلہ نہیں آیا۔ آخر ایک روز جب پتہ کرنے گئے تو وہی خاتون فائل لے کر آئی اور ہمارے سامنے فائل کھول کر کہنے لگی

What do I see here? They have approved all the children and the mother.

حکومت امریکہ نے لقمان سمیت مسعود صاحب کی ساری فیمیلی کو گرین کارڈ کی منظوری دے دی تھی۔ اس روز مجھے سمجھ آئی مسعود صاحب کیوں بڑے اعتماد سے کہا کرتے تھے : "میں نے اپنے بچوں کو اللہ کے سپرد کیا ہوا ہے۔ میں نے ان کی کبھی فکر نہیں کی۔ ان کو اللہ خود سنبھال لے گا"۔ اس کے جلدی بعد ان کی اہلیہ محترمہ اپنے تمام بچوں کو لے کر امریکہ چلی گئیں جہاں خدا کے فضل سے ان کے تمام ضروری کام اللہ نے خود کر دیئے۔

جہلمی صاحب سے وابستہ چند گھریلو یادیں

خاکسار نے جب جہلمی صاحب مرحوم کی اہلیہ محترمہ سے ذکر کیا تو انہوں بھی ایک مختصر نوٹ اپنے مرحوم میاں کی یاد میں تحریر کر کے اپنے بچوں کی معرفت اشاعت کے لئے ارسال کیا۔ وہ نوٹ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

ہماری شادی ۱۹۶۵ میں اور مسعود کی وفات ۱۹۹۲ میں ہوئی۔ اس میں سے آدھا عرصہ میں نے وقتاً فوقتاً ان کے ساتھ گزارا۔ اس لئے بہت سے واقعات کا مجھے علم نہیں ۔ بعض دفعہ لوگ ہمارے بچوں کو ملتے ہیں تو وہ ان کو ایسے واقعات بتاتے ہیں جنہیں سن کر بہت اداس ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کو خود بچوں کے ساتھ بہت کم وقت ملا۔ بہر حال اب میں اصل مضمون کی طرف آتی ہوں۔

شادی کے دو سال بعد ان کی تقرری جرمنی میں ہوئی تو میری عمر اس وقت ۱۹ سال تھی، اور میری پہلی بیٹی چھ ماہ کی تھی، دسمبر کے آخری ہفتہ میں ان کی سیٹ بک ہوئی۔ اتفاق سے اس سال سردی بہت شدید تھی۔ ان کے جانے سے پہلے دس گیارہ روز متواتر

بارش ہوتی رہی۔ ہم لوگ اس وقت تحریک جدید کے کواٹرز میں رہتے تھے۔ دو کمرے تھے جن کے آگے چھوٹا سا برآمدہ تھا۔ اور باہر سائڈ پر چھوٹا سا باورچی خانہ تھا۔ ساتھ چھوٹا سا سٹور اور سامنے کھلا صحن تھا۔ ان دنوں کپڑے بھی ہاتھ سے دھویا کرتے تھے، ان کی تیاری شروع کی۔ کافی سارے کپڑے ان کے دھوئے تھے مگر مسلسل بارش کی وجہ سے خشک نہیں ہو رہے تھے۔ ان کی روانگی کا دن آپہنچا مگر کپڑے ابھی گیلے تھے، وہ خشک ہوتے تو ان کو استری بھی کرنا تھا۔ چار بجے بعد دوپہر ہم نے ریل کار سے لاہور جانا تھا۔ مسعود ابھی دفتر کے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ پھر حضور کی ملاقات کے لئے چلے گئے، میں بے حد اداس ہو رہی تھی۔ کیونکہ مبلغین کا یہ تو پتہ نہیں ہوتا کہ کب واپس آئیں گے۔ میری عمر بہت چھوٹی تھی، کام کرتی جا رہی تھی اور ساتھ ساتھ روتی بھی جا رہی تھی۔ میں نے سوچا انگیٹھی جلا کر کمرہ میں رکھتی ہوں اور رسی باندھ کر سارے کپڑے ڈال دیتی ہوں تاکہ جلدی خشک ہو جائیں اور میں استری کر سکوں۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ کمرہ تو چھوٹا سا تھا اور میری بیٹی بھی اسی کمرہ میں سو رہی تھی۔ سردی کی شدت کے باعث میں نے اس کے نیچے موٹا سا گدا اور اوپر رضائی ڈالی ہوئی تھی۔ میں اپنی سوچوں میں گم کچن میں کام کر رہی تھی کہ اچانک میری نظر کمرے کے دروازے کی طرف پڑی تو دیکھا کہ پورا کمرہ دھویں سے بھرا ہوا تھا۔ اور باہر بھی بہت دھواں نکل رہا تھا۔ میں دیوانوں کی طرح بھاگی اندر دیکھا تو آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ میں نے چیخ کر اپنی ہمسائی کو بلایا۔ وہ فوری کمبل وغیرہ لے کر آئی۔ بچی کے ارد گرد آگ کے شعلے اچھل رہے تھے۔ بستر اور چارپائی بھی جل رہی تھی۔ میری بچی گرمی سے ہل رہی تھی۔ اس کو اٹھایا تو اللہ کے فضل سے بالکل محفوظ تھی۔ میں اللہ کی قدرت پر حیران ہو کر اس کی حمد کر رہی تھی۔ کہ بستر بھی جل گیا مگر میری بیٹی کو اللہ تعالیٰ نے آنچ نہ آنے دی۔ پھر میں نے آگ بھی بجھا دی اور سارے کام بھی ختم کر لئے اور پیکنگ بھی کر دی تو پھر مسعود صاحب گھر آئے۔ دیکھ کر اور مجھ سے سن کر اللہ کا شکر بھی کیا اور خوش بھی ہوئے، اور حمد کرتے کرتے مجھے مخاطب ہو کر کہنے لگے دیکھا تم پریشان ہو رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بتا دیا کہ وہی ہم سب کا حافظ و ناصر ہے اور رہے گا۔ اس کے بعد میرا ایمان بہت مضبوط ہو گیا اور پھر ساری عمر یہی ایمان کی مضبوطی میرے شامل حال رہی اور اسی نے مجھے ہر مشکل میں سہارا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں دینی خدمات کے ساتھ دنیاوی لحاظ سے بھی بہت نوازا۔ ایک دفعہ ۱۹۷۱ میں لندن گئے اس وقت ہمارے دو بچے تھے۔ بڑی بیٹی چار سال کی اور لقمان تین ماہ کا تھا۔ واپسی پر ہم ایک رات کے لئے پیرس رکے۔ لقمان کو بہت تیز بخار ہو گیا۔ لیکن یہ صبح صبح اٹھ کر پیرس مسجد چلے گئے۔ میں بچوں کیساتھ ہوٹل میں رہی۔ بہت دیر سے واپس آئے تو بتایا کہ میں مسجد میں گیا تو پہرے داروں نے کہا آپ رک جائیں کیونکہ کوئی بڑی پارٹی مسجد میں آنے والی ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں کون سے ملک

سے تھی۔ جب وہ آئے تو ان کے لیڈر کو میں نے احمدیت کا تعارف کرایا جس سے وہ بہت متاثر ہوا۔ اور کہا کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ بغیر کوشش کے تبلیغ کا موقع میسر آ گیا۔ ایک دفعہ ہم اٹلی گئے بچے بھی ساتھ تھے۔ پہلے ٹریسٹ گئے۔ ڈاکٹر عبدا لسلام صاحب مرحوم کا دفتر دیکھا۔ پھر ایک دن کے لئے وینس گئے۔ وہاں ہم گنڈولا میں بیٹھنے لگے اور ایک نہایت خوبصورت گنڈولا آ گیا جس میں ایک عرب فیمیلی بیٹھی تھی۔ انہوں نے بہت لمبی سیر کرائی، ایک گلاس فیکٹری بھی دکھائی اور کرایہ بھی نہ لیا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا احسان تھا جو میرے نزدیک وہ ان کی خدمت کے بدلے عطا فرماتا تھا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

جب حضور ان سے ناراض ہوئے تو اس وقت میں ہسپتال میں تھی۔ ایک میجر اپریشن ہوا تھا۔ ہسپتال میں آئے۔ خود تو حضور کے ارشاد پر نہیں گئے تھے مگر کسی دوست نے ان کو بتایا تھا کہ خطبہ کافی سخت تھا۔ حضور کی ناراضگی کا سن کر آنکھوں میں آنسو تھے مگر کہنے لگے میں نے بچوں سے پوچھا کہ حضو کے خطبہ پر آپ لوگوں کا کیا حال ہوا تو بچوں نے کہا ابا جان آپکی غلطی ہے۔ آپ ہمیں تو نصیحت کرتے ہیں کہ خلیفہ وقت کی مکمل اطاعت کرنا ضروری ہے اور خود آپ نے اس پر عمل نہیں کیا۔ کہنے لگے یہ سن کر مجھے اطمینان ہوا کہ ہماری اولاد خلافت سے چمٹی رہے گی۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ میں یہی تم سے سننا چاہتا تھا۔ ان دنوں بار بار مجھے یہی کہتے تھے کہ دعا کرو یہ ابتلا زیادہ لمبا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور تین ماہ بعد خلیفۃ المسیح نے معاف فرما دیا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ہو سکتا ہے یہ معافی اللہ تعالیٰ کی تحریک پر ہوئی ہو۔ معافی کے بعد پھر دن رات خدمت دین میں لگ گئے جیسے محرومی کے عرصہ کی تلافی کر رہے ہوں۔ اس عرصہ میں بھی حضور نے ہمارا بہت خیال رکھا۔ ان کی وفات کے بعد میں جلسہ سالانہ پر لندن گئی تو چوہدری انور احمد کاہلوں مرحوم مجھے ملنے آئے۔ کہنے لگے میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ کو مبارکباد دوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا ہے کہ میری ناراضگی کے دوران مسعود صاحب کی فیمیلی نے بھی کمال وفا اور ثابت قدمی دکھائی ہے۔ تو آپ کو بہت بہت مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس آزمائش میں سے سرخرو کر کے نکالا۔ مجھے میرے بیٹے عزیزم سلمان احمد نے بتایا کہ جب اس نے فون پر حضرت حضرت خلیفہ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو وفات کی اطلاع دی تو انا للہ و انا الیہ راجعون کہنے کے بعد فرمایا "آج سے تمہارا باپ میں ہوں"

آخر میں میں اپنے تمام احمدی بہن بھائیوں کی خدمت میں درخواست کرتی ہوں کہ میرے لئے اور میرے بچوں کے لئے دعا کریں کہ وہ ہمیں اپنی حفظ و امان میں رکھے اور خلافت احمدیہ سے مکمل وفا کے ساتھ وابستہ رکھے۔ اور مسعود صاحب مرحوم کو جنت میں ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں جگہ دے۔

آپ نے تصاویر کا لکھا ہے۔ وہ تو بے شمار ہیں۔ میں چند ایک بھجوا رہی ہوں ان میں سے جو مناسب سمجھیں استعمال کر لیں۔

مسز مبارکہ مسعود جہلمی

اوپر والی: حضرت خلیفہ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے دورہ امریکہ میں مبلغین امریکہ کے ساتھ اور حضرت حضرت خلیفہ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ساتھ

نیچے والی تصاویر ان کی تبلیغی سرگرمیوں کے دوران کی ہیں۔ امریکہ جانے سے پہلے فرانکفورٹ کے لارڈ میئر سے الوداعی ملاقات کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

★★★★★

مکرم پروفیسر چوہدری محمد شریف خالد صاحب ایڈووکیٹ مرحوم

چوہدری کولمبس خاں۔نارڈرسٹڈ

مکرم چوہدری محمد شریف خالد صاحب ایڈووکیٹ سے خاکسار کی بالمشافہ ملاقات 1978 کے اوائل میں ربوہ کچہری میں مکرم چوہدری اعجاز احمد صاحب ملہی ایڈووکیٹ اور مکرم برادرم منیر احمد صاحب باجوہ ایڈووکیٹ کے دفتر میں ہوئی۔خاکسار نے وکالت کے لئے Apprinticeship مکرم ملہی صاحب مرحوم کے ہاں کی تھی۔لائیسنس ملنے کے بعد بھی ایک عرصہ تک ہم اکٹھے ہی رہے۔مکرم چوہدری صاحب جب بھی اپنے نامور سائیکل پر گولبازار کا چکر لگاتے ہمیں بھی ازراہِ شفقت ملنے آیا کرتے۔مکرم چوہدری محمد شریف خالد صاحب نے ایم اے انگریزی کے علاوہ ایل ایل بی بھی کیا ہوا تھا اور کالج سے ریٹائر بھی ہو چکے تھے اسلئے انکی خدمت میں عاجز نے درخواست کی کہ وہ بھی ازراہِ شفقت بارایسوسی ایشن ربوہ کے رکن بن جائیں۔ایک تو احمدی وکلا کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا دوسرے انکی ملاقات باقاعدہ ہوتی رہے گی۔اس غرض کے لئے مکرم ملہی صاحب کے ہاں انکے Apprinticeship کے کاغذات بھی تیار کر کے بار کونسل کو بھجوا دیئے۔معیّنہ وقت گزرنے پر انکو جھنگ انٹرویو کیلئے کال آگئی۔انکے خصوصی مزاج اور بزرگ ہونے کی وجہ سے انٹرویو میں سوال و جواب سے ہچکچاہٹ کے امکان کے پیشِ نظر اندیشہ تھا کہ شاید انٹرویو دینے ہی نہ جائیں۔خاکسار اپنے اطمینان کے لئے خود انکو لے کر جھنگ گیا۔انٹرویو کے لئے پنجاب بار کونسل کے صدر مکرم امان اللہ صاحب نیازی بنفسِ نفیس تشریف لائے ہوئے تھے۔انہوں نے عمومی تعارف پر ہی اکتفا کیا اور انکے لائیسنس کی منظوری دے دی۔اس کے بعد مکرم چوہدری صاحب کے ساتھ ملاقات ہمارے (خاکسار اور مکرم منیر احمد صاحب باجوہ) مئی 1979 میں ترکِ وطن تک بلاناغہ کچہری میں رہتی تھی۔اسکے علاوہ بھی محفلیں جمتی تھیں جن میں عمومی نقد و

نظر کے علاوہ علمی وادبی معاملات پر بھی باتیں ہوتیں۔ مکرم چوہدری صاحب بیک وقت ہمارے استاد۔ کولیگ اور بزرگ تھے۔ چوہدری صاحب فوجداری مقدمات نہیں لیتے تھے اور ربوہ میں مجسٹریٹ کی عدالت میں دیوانی مقدمات کی سماعت نہیں ہوتی تھی اسلئے آپ نے اپنے کام کو صرف قانونی دستاویزات کی تیاری کی حد تک ہی محدود رکھا۔ مکرم منصور خاں صاحب ایڈووکیٹ

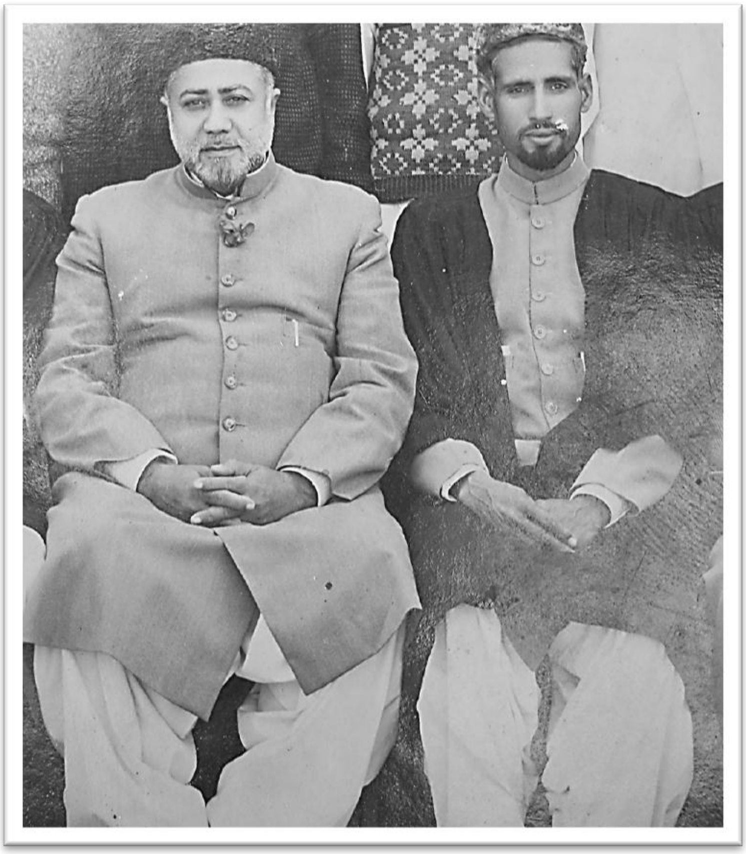

اس زمانے میں ربوہ بار صدر رہتے تھے۔ مقامی مجسٹریٹ اور ایک وکیل کے درمیان ایک بار تلخی بڑھ گئی اور بار کی طرف سے مجسٹریٹ کے خلاف اجتماعی رد عمل کے لئے تجویز آئی جس پر مکرم چوہدری صاحب نے ہماری درخواست پر مداخلت کر کے معاملہ نہایت خوش اسلوبی سے رفع دفع کر دیا۔ مکرم چوہدری صاحب بات سے بات نکالتے تھے مگر ان کی ہر بات میں کوئی نہ کوئی نکتہ پوشیدہ ہوتا تھا۔ آپ کمزوروں کے ہمدرد تو تھے ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ بہادر بھی تھے اور بغیر کسی لگی لپٹی کے ہر خود نما کو اس کی حیثیت یاد دلا دیتے تھے۔ ایک بڑے نامور دوست کو خاکسار نے اُنکی موجودگی میں دورانِ گفتگو مشورہ دیا کہ وہ بھی ایل ایل بی ہیں اور کاروبار کے ساتھ ساتھ وکالت کا لائیسنس اگر لے لیں تو فائدہ مند ہو گا۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ وکالت میں تو جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ خاکسار نے انکو سمجھانے کی کوشش کی کہ اگر انسان چاہے تو جھوٹ سے بچا بھی جاسکتا ہے مگر وہ اپنی سوچ پر شدت سے قائم رہے۔ مکرم چوہدری صاحب سے ان صاحب کی تقویٰ اظہاری پر بالآخر نہ رہا گیا تو انکو مخاطب ہو کر کہنے لگے آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس پر وہ صاحب بڑے وثوق سے فرمانے لگے۔ میں نے جھوٹ کبھی نہیں

بولا۔ چوہدری صاحب نے بغیر کسی رعایت کے فوراً کہا۔ "یہی جھوٹ ہے"۔ گفتگو میں اس طرح کے فل سٹاپ چوہدری صاحب بے رُو رعایت تبصرے کر کے لگا دیا کرتے تھے جو بعض صورتوں میں تلخ بھی لگتے تھے۔ جو لوگ ان سے آگاہ تھے وہ یقین رکھتے تھے کہ چوہدری صاحب کی واشگاف اور تلخ بات میں درحقیقت سچائی اور ہمدردی ملفوف ہوتی ہے۔ اور ان سے تعلق رکھنے والا ہر شخص ان کے اس روّیہ کی گواہی دے گا۔ ربوہ سے جب ہم دونوں (خاکسار اور مکرم منیر احمد صاحب باجوہ) دیار غیر کے لئے روانہ ہونے لگے تو جس انداز سے انہوں نے ہمیں ہاتھ جوڑ کر خدا حافظ کہا اس کے اندر ہماری محبت۔ ہمدردی اور نیک بلائیں صرف ہم ہی محسوس کر سکتے تھے۔ انکے طرز تکلم کی الگ ہی منفرد شان تھی جو معاشرہ کے بناوٹی اظہارات سے بالکل مبرا تھی۔ سلسلہ احمدیہ کے لئے بے پناہ غیرت کا جذبہ رکھتے تھے۔ ربوہ بار ایسوسی ایشن میں ان کی صحبت کی بہت ساری نیک یادیں ہمارے دلوں میں ہیں جو ہمارے لئے سرمایہ ہیں اور انکے تذکرہ سے ہم جرمنی میں بیٹھ کر محظوظ ہوتے رہتے ہیں۔ وہ ہمارے بزرگ تھے لیکن جب خاکسار 1984 میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو وکالت کے لائیسنس کے لئے اور جھنگ انٹرویو کے لئے خاکسار کے محبت آمیز دباؤ کا شکریہ ادا کرنے لگے۔ الحمد للہ انہیں اس کا مالی لحاظ سے بڑا فائدہ ہوا۔ لین دین کے معاملہ میں آپ بڑے صاف تھے اور کبھی اس معاملہ میں انکی کوئی بات سننے میں نہیں آئی۔ ان کو تصنع سے نفرت تھی اور اس وجہ سے جس فرد میں بناوٹ محسوس کرتے اس سے شیر وشکر نہیں ہو سکتے تھے۔

آپ انگریزی اور اردو ادب سے خوب واقف تھے اور اپنی گفتگو میں انگریزی اور اردو کے پرانے شعراء کے کلام کو بھی بیان کر دیا کرتے تھے۔ آپ نے مصلح الدین راجیکیؒ کے کلام "کوسِ راحیل" کو بھی کتابی صورت میں طبع کروایا اور مکرم برادرم منیر احمد صاحب باجوہ کے ہاتھ مجھے اسکی ایک کاپی ارسال کی۔ (اب یہ "کلام مصلح" کے نام سے دوبارہ طبع ہو چکا ہے)۔ آخری بار 2001 میں خاکسار پاکستان گیا تو انکے گھر جا کر حاضری دی۔ بہت کمزور ہو چکے تھے۔ بڑی شفقت سے پیش آئے۔ سلسلہ کے لئے غیرت اور نظام جماعت کی اطاعت کا جذبہ ہمارے دلوں میں پروان چڑھانے میں ان کا نیک نمونہ بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ انکی خفیہ نیکیوں پر بھی ہے جن کا دنیا کو ہرگز علم نہیں۔ ہمیں کامل امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے شفقت کا سلوک کرے گا۔ اللہ ان کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور انکی اگلی نسلوں کو سلسلہ احمدیہ کے ساتھ مخلصانہ وابستگی قائم رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

خاکسار چوہدری کولمبس خاں۔ نارڈرسٹڈ۔ جرمنی

★★★★★

نظم

محمد اسحاق اَطہرؔ

تعریف تیری مالک جس نے یہ دی ہے عِزّت
ہم تیرے نام کو بس دیتے رہیں گے رِفعت
نفرت ہے نام جسکا اُس کو مٹا کے چھوڑیں
ہے عزم یہ ہمارا پھیلائیں بس محبت

کتنے کَٹھن مراحل ہم نے جو طے کئے ہیں
اِک موت کی سی وادی میں ہم مگر جیئے ہیں
تُہمَت کے تیر ہم پر کیا کیا نہیں ہیں برسے
اور ہم نے ہونٹ اپنے ہر حال میں سیئے ہیں
اب یہ عُدو سمجھ لیں ہم سُرخرو ہوئے ہیں
ہم کو مِٹانے والے بے آبرو ہوئے ہیں
اُن کا نشاں مِٹے گا جو دشمنانِ دیں ہیں
شانِ حضورؐ دریا ، یہ آبِ جُو ہوئے ہیں
پہلے بھی کر سکے ہیں اَب بھی نہ کر سکیں گے
ہم دشمنوں سے اَطہرؔ ہرگز نہ ڈر سکیں گے
ڈوبے گی اِن کی نیا طوفانِ احمدی میں
اب ڈوبنا ہے ان کو کیسے یہ تَر سکیں گے

★★★★★

معاونین خاص سکالرشپ فنڈ 2013

Syed Ilyas Bashir Ahmad (Holland)

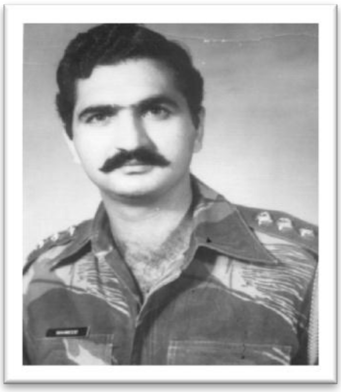

Mahmood Ahmad Lone (China)

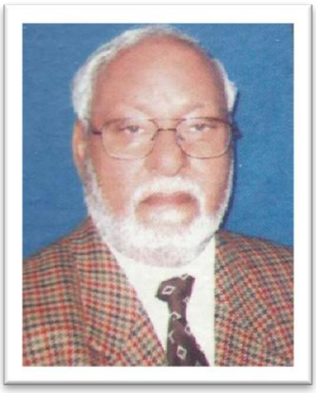

Major (R) A. Waheed Zafar Rana

Ch, Habibullah Tariq

Maulana Fazal Elahi Anweri

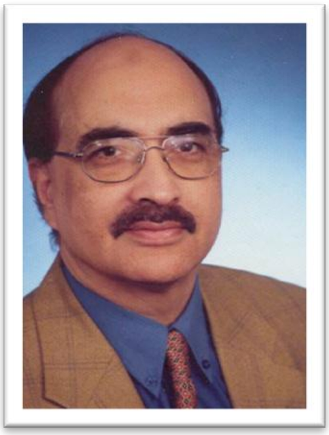

Dr. Naeem Ahmad Tahir

Ch. Daud Ahmad Cheema

Sheikh Mansoor Ahmad

Saeed Ahmad Naz

Abdul Hannan Dogar

Abdul Shakoor Bhatti

Ikramullah Ranjha

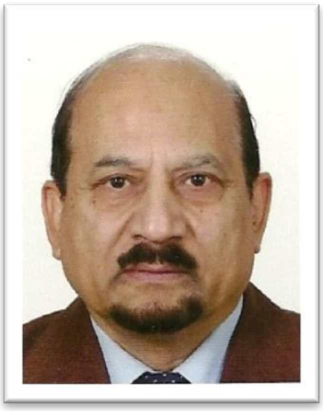

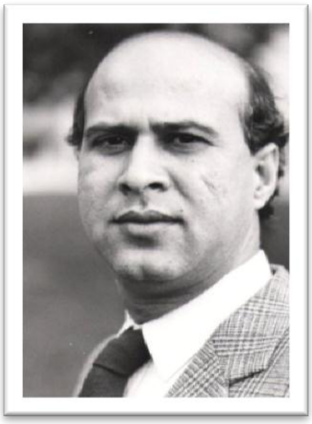

Prof. Ch. Hamid Ahmad

Ch. Anis Ahmad

Ch. Naseer Ahmad

ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے پاکستا ن کے مستحق طلباء کے لئے سالانہ چند وظائف پیش کرنے کا عہد کیا تھا۔ پہلے پانچ سال ہم ہمیشہ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ پیش کرتے رہے۔ 2011 میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے توجہ دلانے پر اسی سال اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ رقم بڑھا کر چار

لاکھ کر دی گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوستوں کو توفیق عطا فرمائی اور 2012 میں پانچ لاکھ روپیہ صدر انجن احمدیہ کو پیش کیا گیا۔

الحمدللہ کہ 2013 میں اللہ تعالیٰ نے مزید توفیق بڑھائی اور اس سال سات لاکھ روپیہ سکالرشپ فنڈ میں پیش کیا گیا۔ خدا کرے اگلے سال رقم مزید بڑھا سکیں۔ 2013 میں جن دوستوں اس فنڈ میں 300 یورو سے زائد پیش کیئے ان کے اسماء گرامی بغرض دعا درج ذیل ہیں۔

۱۔ مکرم محمود احمد لون برادر مسعود احمد جہلمی مرحوم۔ محمود احمد بسلسلہ ملازمت چین میں ہیں انہوں نے ایک ہزار ڈالر بھجوائے۔

۲۔ مکرم سید الیاس بشیر احمد حال مقیم ہالینڈ۔ 300 یورو

۳۔ مکرم چوہدری داود احمد چیمہ 1000 یورو

۴۔ مکرم حبیب اللہ طارق 500 یورو

۵۔ مکرم شیخ منصور احمد 300 یورو

۶۔ مکرم ڈاکٹر نعیم احمد طاہر 300 یورو

۷۔ مکرم سعید احمد ناز 300 یورو

۸۔ مکرم محترم اکرام اللہ رانجھا 300 یورو

۹۔ مکرم محترم عبد الحنان ڈوگر 300 یورو

۱۰ مکرم محترم عبد الشکور بھٹی صاحب 300 یورو

۱۱۔ مکرم محترم چوہدری انیس احمد منجانب سائیرہ مرحومہ 300 یورو

۱۲۔ مکرم محترم میجر ریٹائرڈ رانا عبد الوحید ظفر۔ کولون۔ میجر صاحب نے چالیس ہزار روپیہ ادا کیا۔

۱۳۔ مکرم محترم مولانا فضل الٰہی انوری 200 یورو۔ مکرم انوری صاحب نے پچھلے سال 500 یورو اس فنڈ میں ادا کئے تھے۔

۱۴۔ مکرم محترم چوہدری نصیر احمد صاحب یورو 300

۱۵۔ خاکسار پروفیسر حمید احمد چوہدری 300 یورو

نوٹ: مندرجہ بالا دوستوں کے علاوہ مکرم محترم شرافت اللہ خان صاحب اور مکرم محترم حمید احمد خالد صاحب نے گزشتہ سال سکالرشپ فنڈ میں تین تین سو یورو پیش کئے۔ اگرچہ بوجوہ وہ دوران سال وظیفہ کی پوری رقم ادا نہیں کر سکے۔ تاہم میں سمجھتا ہوں ان دوستوں کو بھی ہمیں بطور معاونین خاص دعا میں یاد رکھنا چاہیئے۔ اسی طرح مکرم محترم عبد الغفور ڈوگر صاحب نے بھی پچھلے سال اور امسال سو سو یورو اس فنڈ میں ادا کئے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے دوستوں نے حسب توفیق کچھ نہ کچھ پیش کرنے کی توفیق پائی۔ خاکسار گاہے بگاہے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی خدمت میں ان سب کے لئے دعا کی درخواست کرتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو ان کی قربانیوں کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

خاکسار حمید احمد چوہدری۔ صدر ایسوسی ایشن

بسم الله الر حمٰن الرحيم

In the name of Allah, the Gracious, the Merciful

Im Namen Allahs, des Gnädigen, des Barmherzigen.

Quarterly Magazine of

T.I. College Old Students Association Germany

English and German Section

ALMANAR

Oktober-Dezember 2013

Director: Prof. Hamid Ahmad Chaudhry

Editors: Frau Munnazza Aqil Khan

Frau Areeba Dogar

Design: Muhammad Zaheer Ahmad (Software Engineer)

Contents

Inhalt

Nr.	Artikle	Page
1	Summary of Friday Seermon of Hazrat Khalifatul Masih V (ayadahullah) Delivered in New Zealand on 01.11.2013	1
2	Der Verheißene Messias und Mahdi[as]	2
3	A page from the past (Taken from Al-Manar October, November, December 1967) A melancholy Song	4
	Urdu Section	

Summary of Friday Seermon of

Hazrat Khalifatul Masih V (ayadahullah)

Delivered in New Zealand on 01.11.2013

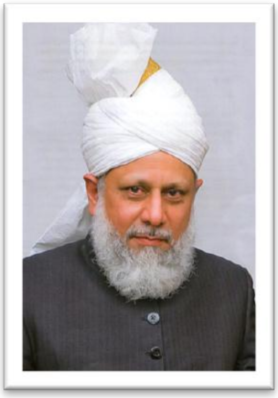

Today God has enabled the New Zealand Jama'at to build their mosque. May God bless this mosque for the Jama'at in every way! New Zealand Jama'at is small with just four hundred members, yet they have made a very good mosque with a capacity greater than their numbers. May God make them outgrow its capacity! Members of the Jama'at have worked day and night with great enthusiasm to get the mosque ready. The Holy Prophet(saw) said that one who makes a house of God in this world God will make a house for him in Paradise. Can there be anyone who does not wish for a house in Paradise? No Ahmadi can even think of not attaining God's pleasure and not wish for the blessing to have a house built in Paradise. It is the beauty of the Jama'at that everywhere in the world, it makes unreserved financial sacrifice. We should not worship God only when we need His help, when we are in trouble, when our worldly needs are not being met. In fact we should also pay heed to worship of God in good times. Worldly trade and commerce should not make us distant from worship of God. This mosque should not be reduced to a mere building. Its length and breadth and beauty should not just remind us of our Waqar e Aml performed for it and how much contribution we made for it. What are the rights of mosque? Firstly that one's trade and commerce should not make one distant from remembrance of God; in fact the facade of a mosque should draw one to Salat and remembrance of God. When the call of 'Come to Salat' during Adhan is made, one should forget one's trade and commerce and go to mosque. It can be said that these days mosques are at huge distances and the sound of Adhan is also not heard as it is called internally. Hazrat Khalifatul Masih said that he often mentions that the stance of the Jama'at in financial sacrifice is very high. However, there is a great need to pay attention to Salat. Mosque should be populated for true observance of Salat is when it is offered in congregation in a mosque and a mosque is built for this very purpose. God states that a true believer is more concerned about the Hereafter than this world. The Promised Messiah (as) further said: 'Fear Allah and then do everything. When does Islam give the teaching that one should abandon trade and sit like an incapacitated person and rather than serve others, become a burden on them. Not at all! In fact it is a sin to be indolent. How can such a person serve God and His faith and provide for his family who has been entrusted to him by God? The beautiful mosque has been seen by Ahmadis all over the world through MTA. They would also be interested in some facts and figures about it. The mosque is called Baitul Muqeet and the location is conveniently close to railway station and motorway. The site of under two acres was purchased in 1999 and halls were built here which were used as Salat centre. During his 2006 trip Hazrat Khalifatul Masih advised extending the building. Construction started in July 2012 and was completed in August 2013.

Der Verheißene Messias und Mahdi[as]

Jedes neue Zeitalter bringt jedoch neue Herausforderungen mit sich, so dass Gott den Muslimen versprochen hat, ihre Religion von Zeit zu Zeit zu erneuern bzw. zu reformieren. Die Aufgabe eines Mudschaddids (Erneuerer der Religion) ist es, die ursprünglichen Lehren der Religion wiederherzustellen und den Heiligen Koran entsprechend den Nöten und Herausforderungen des neuen Zeitalters zu interpretieren.
Darüber hinaus hat der Heilige Prophet Muhammad[saw] eine Vielzahl von Prophezeiungen gemacht, in denen von der spirituellen Wiederkunft Jesusas und dem Auftreten des Imam Mahdi die Rede ist.

Den Voraussagen zufolge würde Jesusas als Imam der Muslime - aus ihren Reihen also - wiederkommen. Er wäre kein neuer Prophet in dem Sinne, dass er ein neues Gesetz brächte, sondern er würde ein "Schattenprophet" sein, d. h. dem Heiligen Propheten Muhammad[saw] untergeordnet, und innerhalb des Islam ein vollkommener Anhänger des Heiligen Prophetensaw und des Heiligen Koran, sein.

Dies widerspricht nicht der Aussage, dass der Heilige Prophet Muhammad[saw] das "Siegel der Propheten" (Khatam-un-Nabiyyin) ist, denn dies bedeutet nicht "letzter der Propheten", sondern der "beste und größte aller Propheten". Insbesondere diese Frage spaltet orthodoxe Muslime und die AMJ.

Entsprechend den Prophezeiungen gründete der Mudschaddid des 14. islamischen Jahrhunderts, Hadhrat Mirza Ghulam Ahmad[as] (1835-1908), die AMJ im Jahre 1889 in Qadian (Indien). Er ist gleichzeitig der von allen Weltreligionen verheißene Reformer der Endzeit (die geistige Wiederkunft Jesus[as] und der Imam Mahdi), der die Welt durch sein Wirken innerhalb von 300 Jahren nach seinem Erscheinen zum Frieden führen wird.
Der Verheißene Messias[as] hat den Islam aus einer tiefen Depression wiederbelebt und ihn gegen falsche Anschuldigungen und die christlichen Missionsversuche im 19. Jahrhundert erfolgreich verteidigt. Dazu hat er die Wahrheit und Schönheit des Islam in über 80 Büchern dargelegt.

Er hat die angeblichen Widersprüche (Abrogation) im Heiligen Koran beseitigt und bereits vor mehr als einhundert Jahren deutlich erklärt, dass den Lehren des Heiligen Korans und den Lehren des Heiligen Propheten Muhammad[saw] zufolge der Gebrauch von Gewalt in Glaubensdingen absolut verboten sei.
Der Verheißene Messias[as] hat die mittelalterliche Lesart des Heiligen Koran durch eine moderne metaphorische Auslegung ersetzt, welche die Notwendigkeit der islamischen Lehre auch für die Lösung der Probleme in unserer Zeit begreifbar macht.

Er hat die Frau, die in vielen islamischen Gesellschaften durch Tradition und falsche

Auslegung des Heiligen Koran, eine passive Rolle einnehmen musste, befreit. Dazu widerlegte er die Argumente vieler orthodoxer Geistlicher durch den Heiligen Koran und die Ahadith. Wie Allah einmal ihm offenbarte, ist die Ehefrau nicht eine Dienerin, sondern eine Gefährtin (Tazkirah).

Durch die Gründung der AMJ und der Begründung des rechtgeleiteten spirituellen Khalifats legte er darüber hinaus die Basis für eine friedliche Verbreitung der unverfälschten Lehre des Islam in allen Teilen der Welt.
Khalifat

Nach dem Ableben ihres Gründers wurde die AMJ von seinen gewählten Nachfolgern geleitet – den Khalifen. Das derzeitige spirituelle Oberhaupt der Gemeinde, Hadhrat Mirza Masroor Ahmad[atba], wurde im Jahre 2003 als fünfter Nachfolger des Verheißenen Messiasas gewählt.

Die AMJ ist damit weltweit die einzige islamische Bewegung, die durch ein spirituelles Khalifat geführt wird.

★★★★★

A page from the past

(Taken from Al-Manar October, November, December 1967)

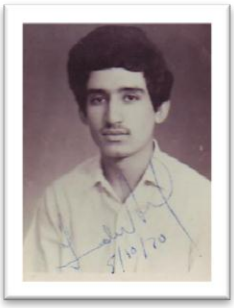

A melancholy Song

(Tahir Arif)

Sweet is the cucko's melancholy song
It couches the heart for time so long
Sitting on the slender branch alone
It sings in a very pensive tone

Away from home like me it seems
Feels lively when daylight beams
Happiness in this world has little room
Flowers wither for ever after bloom

Sitting gloomy under the blue sky
I think of my past and heave a sigh
When I sat calmy in my mother's lap
Lovingly on my head she would tap.

Oh God!   Repent I those days again
When my friend and I sat beside a lane
Chatted as long as it was dark
We'd fight on my servant's hark
In foreign lands with a friend
I am always thinking of the past days grand

★★★★★